لِیُخۡرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

فتح ۱۳۸۹ ہش
دسمبر ۲۰۱۰ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

ربوہ میں سورج غروب ہونے کا ایک خوبصورت منظر

WAQFE NAU BOYS' ANNUAL TRIP TO JAMIA AHMADIYYA, CANADA
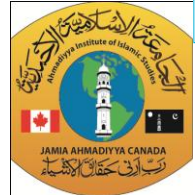
APRIL 8 – 10, 2011 (FRI – SUN)

Experience a full day at the Jamia along with sports competitions and sightseeing

APPLY FOR ADMISSION TO JAMIA AHMADIYYA, CANADA

Jamia Ahmadiyya Canada is seeking US applicants for admission into the 7-year Shahid degree program beginning in fall, 2011. The applicants for admission must fulfill the following prerequisites:

- The applicant must be between 17 and 20 years of age.
- The applicant must have finished high school.
- The applicant must apply for Waqfe Zindagi (life dedication) also.
- The applicant must be able to recite the Holy Quran correctly.

For detailed information, please contact info@jamiaahmadiyya.ca or call (706)-860-1629.

Hafiz Samiullah Chaudhary
National Secretary Waqfe Nau, USA

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (2:258)

النـــور

دسمبر 2010

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ط

(مریم : 66)

(وہ) آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے اور اُس کا بھی جو اُن دونوں کے درمیان ہے پس اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر صبر سے قائم رہ۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 60}

فہرس

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ ایس۔ اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَایُمۡسِکُہُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ○

(النحل:80)

کیا انہوں نے پرندوں کو آسمان کی فضا میں مسخر کیا ہوا نہیں دیکھا؟ انہیں کوئی تھامے ہوئے نہیں ہوتا مگر اللہ۔ یقیناً اس میں بہت سے نشانات ہیں اُن لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول ؓ :

یہاں بھی پہلے ایک شریر قوم کا بیان ہے۔ جو بڑی نکتہ چینی کی عادی اور موذی تھی اور اسلام کو عیب لگاتی تھی۔ اور بہت سے اموال جمع کر کے فتح کے گھمنڈ میں مکہ پر انہوں نے چڑھائی (کی)۔ یہ ایک حبشیوں کا بادشاہ تھا۔ جس نے اسی سال مکہ معظّمہ پر چڑھائی کی جبکہ حضرت رحمۃ اللعالمین نبی کریمؐ پیدا ہوئے۔ جب یہ شخص وادیٔ محسّر میں پہنچا۔ اس نے عمائد مکہ کو کہلا بھیجا کہ کسی معزّز آدمی کو بھیجو۔ تب اہلِ مکّہ نے عبدالمطلب نامی ایک شخص کو بھیجا جو ہمارے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ جب عبدالمطلب اس ابرہہ نام بادشاہ کے پاس پہنچے وہ مدارات سے پیش آیا۔ جب عبدالمطلب چلنے لگے اس نے کہا کہ آپ کچھ مانگ لیں۔ انہوں نے کہا میری سو اونٹنیاں تمہارے آدمیوں نے پکڑی ہیں وہ واپس بھیج دو۔ تب اس بادشاہ نے حقارت کی نظر سے عبدالمطلب کو کہا کہ تمہیں اپنی اونٹنیوں کی فکر لگ رہی ہے اور ہم تمہارے اس مَعبد کو تباہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا کیا ہمارا مولیٰ جو ذرّہ ذرّہ کا مالک ہے جب یہ معبد اسی کے نام کا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے وہ اس کی حفاظت نہیں کرے گا؟ اگر وہ اپنے معبد کی خود حفاظت نہیں کرنا چاہتا تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ آخر اس بادشاہ کے لشکر میں خطرناک وباء پڑی اور چیچک کا مرض جو حبشیوں میں عام طور پر پھیل جاتا ہے ان پر حملہ آور ہوا۔ اور اوپر سے بارش ہوئی اور اس وادی میں سیلاب آیا بہت سارے لشکری ہلاک ہو گئے۔ اور جیسے عام قاعدہ ہے کہ جب کثرت سے مردے ہو جاتے ہیں اور ان کو جلانے والا اور گاڑنے والا نہیں رہتا۔ تو ان کو پرندے کھاتے ہیں۔ ان موذیوں کو بھی اسی طرح جانوروں نے کھایا یہ کوئی پہیلی اور معمہ نہیں تاریخی واقعہ ہے۔

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحات 496-497)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ(الحج:29) أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْهُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ أَلَى السُّوْقِ فِيْ أَيَّامِ الْعَشْرِيُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُالنَّاس بِتَكْبِيْرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ۔

(صحیح البخاری جلد 2صفحہ 365باب کتاب العیدین)

اورحضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ(قرآن مجید میں یہ جوآیا ہے:) وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ۔ ان سے(ذوالحج کے) دس دن مراد ہیں اور أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ سے مراد ایام تشریق ہیں اور حضرت(عبداللہ) بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ان دس دنوں میں بازار کو اللہ اکبر کہتے ہوئے جاتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ اللہ اکبر کہتے اور(امام باقر) محمد بن علی نفلوں کے بعد تکبیریں پڑھتے۔

☆......☆......☆......☆

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَاالْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هٰذِهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَاالْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔

(صحیح البخاری جلد 2صفحہ 365باب کتاب العیدین)

محمد بن عرعرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے سلیمان(بن اعمش) سے،سلیمان نے مسلم البطین سے،انہوں نے سعید بن جبیر سے،سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے،انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔آپؐ نے فرمایا: کوئی عمل بھی جو دوسرے دنوں میں کیا جائے ان دس دنوں کے عمل سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا۔لوگوں نے کہا: کیا جہاد بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں۔مگر ہاں وہ شخص جو اپنی جان و مال خطرے میں ڈالتے ہوئے نکلے اور پھر کوئی چیز بھی واپس نہ لائے۔

☆......☆......☆......☆

حَدَّثَنَا أَسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَاأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ عَنْ اَبِيْ ذُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَابِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْأَسْلَامِ فَأَنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِيْ أَنِّيْ لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُوْرًا فِيْ سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ أَلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَاكُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ دَفَّ نَعْلَيْكَ يَعْنِيْ تَحْرِيْكَ۔

(صحیح البخاری جلد 2صفحہ 535باب کتاب التہجد)

اسحاق بن نصر نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابوحیان سے،ابوحیان نے ابوذُرعہ سے،ابوذُرعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے حضرت بلالؓ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: بلال! مجھے بتاؤ جو عمل سب سے زیادہ امید والا تم نے اسلام میں کیا ہو۔ کیونکہ میں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے پاؤں کی چاپ سنی ہے۔حضرت بلالؓ نے کہا: اپنے نزدیک میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی میں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو میں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے، جتنی بھی میرے لئے پڑھنا مقدر تھی۔ابو عبداللہ(امام بخاریؒ) نے کہا: پاؤں کی چاپ سے مراد(اُن کا) حرکت کرنا ہے۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام

سوال: کیا تصویر کی وجہ سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: کفار کے تتبع پر تو تصویر ہی جائز نہیں۔ ہاں نفسِ تصویر میں حرمت نہیں ہے۔ بلکہ اسکی حرمت اضافی ہے۔ اگر نفس تصویر مفسد نماز ہوتی۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا پھر روپیہ پیسہ نماز کے وقت پاس رکھنا مفسد نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب اگر یہ دو کہ روپے پیسے کا رکھنا اضطراری ہے تو میں کہوں گا کہ کیا اگر اضطرار سے پاخانہ آجاوے۔ تو وہ مفسد نماز نہ ہوگا۔ اور پھر وضو کرنا نہ پڑے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ تصویر کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا اس سے کوئی دینی خدمت مقصود ہے یا نہیں۔ اگر یونہی بے فائدہ تصویر رکھی ہوئی ہے۔ اس سے کوئی دینی فائدہ مقصود نہیں تو یہ لغو ہے۔ اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْن لغو سے اعراض کرنا مومن کی شان ہے۔ اس لئے اس سے بچنا چاہیئے۔ لیکن ہاں اگر کوئی دینی خدمت اس ذریعہ سے بھی ہوسکتی ہو تو منع نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ علوم کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ مثلاً ہم نے ایک موقع پر عیسائیوں کے مثلث خدا کی تصویر دی ہے۔ اس سے ہماری یہ غرض تھی کہ تا تثلیث کی تردید کر کے دکھائیں۔ کہ اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہی حقیقی خدا ہے حیّ وقیوم ازلی وابدی غیر متغیر ہے۔ اور تجسّم سے پاک ہے۔ اس طرح اگر خدمت اسلام کیلئے کوئی تصویر ہو تو شرع کلام نہیں کرتی۔ کیونکہ جو امور خادم شریعت ہیں ان پر اعتراض نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس کل نبیوں کی تصویریں تھیں۔ قیصر روم کے پاس جب صحابہ گئے تھے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تصویر اس کے پاس دیکھی تو یاد رکھنا چاہیئے کہ نفس تصویر کی حرمت نہیں۔ بلکہ اس کی حرمت اضافی ہے۔ جو لوگ لغو طور پر تصویریں رکھتے ہیں اور بناتے ہیں وہ حرام ہیں۔ شریعت ایک پہلو سے حرام کرتی ہے اور ایک جائز طریق پر اسے حلال ٹھیراتی ہے۔ روزہ ہی کو دیکھو۔ رمضان میں حلال ہے۔ لیکن اگر عید کے دن روزہ رکھے تو حرام ہے۔ گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی۔

حرمت دو قسم کی ہوتی ہے ایک بالنفس حرام ہوتی ہے ایک بالسّبب۔ جیسے خنزیر بالکل حرام ہے۔ خواہ جنگل کا ہو یا کہیں کا۔ سفید ہو یا سیاہ۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہر ایک قسم کا حرام ہے یہ حرام بالنفس ہے۔ لیکن حرام بالسبب کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص محنت کر کے کسب حلال سے روپیہ پیدا کرے۔ تو حلال ہے لیکن اگر وہی روپیہ نقب زنی یا قمار بازی سے حاصل کرے تو حرام ہوگا۔ بخاری کی پہلی حدیث ہے **انما الاعمال بالنّیات۔**

کسی خونی مجرم کی تصویر اس غرض سے لے لیں کہ اس کے ذریعہ اس کو شناخت کر کے گرفتار کیا جاوے تو نہ صرف جائز ہوگی بلکہ اس سے کام لینا فرض ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص اسلام کی توہین کرنے والے کی تصویر بھیجتا ہے تو اس کو اگر کہا جاوے کہ حرام کام کیا ہے تو یہ کہنا مولوی کا کام ہے۔ یاد رکھو اسلام بت نہیں ہے۔ بلکہ زندہ مذہب ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ناسمجھ مولویوں نے لوگوں کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیا ہے۔

آنکھوں میں ہر شے کی تصویر بنتی ہے بعض پتھر ایسے ہیں کہ جانور اڑتے ہیں تو خود بخود ان کی تصویر ان میں اتر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام مصوّر ہے۔ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ۔ پھر بلاسوچے سمجھے کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے جو میں نے اوپر بیان کی ہے کہ تصویر کی حرمت غیر حقیقی ہے کسی محل پر ہوتی ہے اور کسی پر نہیں۔ غیر حقیقی حرمت میں ہمیشہ نیت کو دیکھنا چاہیئے اگر نیت شرعی ہے تو حرام نہیں ہے ورنہ حرام ہے۔ (الحکم 28 فروری 1902 صفحہ 6)

(فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صفحات 57-59)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُنہ کو اپنے کیوں بگاڑا نااُمیدوں کی طرح
فیض کے دَر کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار

کس طرح کے تُم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں
پھر وُہی ضدّ و تعصّب اور وہی کین و نقار

بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار

دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہوگئیں
جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افتکار

اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار

پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا میرا کیسا ہوا
کس طرح سرعت سے شہرت ہوگئی در ہر دیار

جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم
خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عزّ و وقار

لیک ان چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب
ایک انساں تھا کہ خارج از حساب و از شمار

پھر رکھایا نام کافر ہوگیا مطعونِ خلق
کفر کے فتووں نے مجھ کو کر دیا بے اعتبار

اس پہ بھی میرے خدا نے یاد کرکے اپنا قول
مرجعِ عالم بنایا مجھ کو اور دِیں کا مدار

خطبہ جمعہ

گناہ کی ظاہری صورت سے بھی بچو اور اس کے باطن سے بھی
نماز سے انسان ظاہری اور باطنی فواحش سے محفوظ رہتا ہے

وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں

بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی گناہ کی طرف لے جاتی ہے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 5 رفروری 2010ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

وَذَرُوْا ظَاهِرَالْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ
(الانعام:121)

اور تم گناہ کے ظاہر اور اس کے باطن (دونوں) کو ترک کردو۔ یقیناً وہ لوگ جو گناہ کماتے ہیں وہ ضرور اس کی جزا دیئے جائیں گے جو (بُرے کام) وہ کرتے تھے۔

اس آیت میں اِثم کا لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اِثم کے لغوی معنی ہیں گناہ یا جرم یا کسی بھی قسم کی غلطی یا حدود کو توڑنا یا ایسا عمل جو نافرمانی کرواتے ہوئے سزا کا مستحق بنائے۔ یا ایسا عمل یا سوچ جو کسی کو نیکیاں بجالانے سے روکے رکھے۔ یا کوئی بھی غیر قانونی حرکت۔

ذَنب ایک لفظ ہے جس کا معنی بھی گناہ کا ہے لیکن اہل لغت کے نزدیک ذَنب اور اِثم میں یہ فرق ہے کہ بعض یہ کہتے ہیں کہ ذَنب ارادۃً بھی اور غیر ارادی طور پر دونوں طرح ہوسکتا ہے۔ لیکن اِثم جو ہے وہ عموماً ارادۃً ہوتا ہے۔

بہرحال اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اِثم کے حوالے سے دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک حکم یہ ہے کہ تم گناہ کی ظاہری صورت سے بھی بچو اور اس کے باطن سے بھی بچو۔ ہر کام کرنے سے پہلے غور کرو۔ بعض چیزیں اور بعض عمل ایسے ہوتے ہیں جو واضح طور پر نظر آرہے ہوتے ہیں کہ غلط ہیں اور یہ شیطانی کام ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے وہ عمل یا باتیں بھی ہیں جو بظاہر تو اچھے نظر آرہے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ بدنتائج پر منتج ہوتے ہیں۔ ان کی اصل حقیقت چھپی ہوتی ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ یہ کام کرلو کوئی ایسا بڑا گناہ نہیں لیکن کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس کام سے یہ ایسا گند ہے جس میں پھنس گیا ہوں اس سے نکلنا مشکل ہے۔ اور پھر ایسا چکر چلتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا گناہ سرزد ہوتا چلا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقویٰ پر چلنے والے کا کام ہے کہ ظاہر برائیاں جو ہیں ان پر بھی نظر رکھے اور باطن اور حقیقی برائیاں جو ہیں جن کے بدنتائج نکل سکتے ہیں ان پر بھی نظر رکھے۔ ہر کام کرنے سے پہلے خدا تعالیٰ سے مدد چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے بچائے، جو بھی اس کام میں شر ہے اس سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف ظاہری حسن دیکھ کر کسی کام کے کرنے پر تیار نہ ہو جاؤ، اس پر آمادہ نہ ہو جاؤ، کسی چیز کو دیکھ کر اس کے حسن کو دیکھ کر اس پہ مرنے نہ لگو۔ بلکہ جہاں شبہات کا امکان ہے وہاں اچھی طرح چھان پھٹک کرلو اور ہر کام کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی اور مدد چاہو۔ اس سے کام میں ایک تو برکت پڑتی ہے اور برائیوں

میں ڈوبنے سے یا برائیوں کے بداثرات سے انسان بچتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کو ہر شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

دوسری بات یہ واضح فرمادی کہ اگر زندگی میں ہر کام میں تقویٰ کو سامنے نہیں رکھو گے، پھونک پھونک کر قدم نہیں اٹھاؤ گے، حلال، حرام کے فرق کو نہیں سمجھو گے تو پھر گناہ کا ارتکاب کرو گے۔ جو بھی گناہ کرو گے اس کی سزا ملے گی۔ یہ بہانے کام نہیں آئیں گے کہ ہمیں پتہ نہیں چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں ایک اصولی بات یہ بیان فرمادی کہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے مطابق لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس لئے تمہیں ہوشیار ہونا چاہئے حلال حرام کے فرق کو پہچانو۔ جس کام سے خدا تعالیٰ نے روکا ہے اس سے رک جاؤ۔ اِثْــم کا لفظ استعمال فرما کر واضح فرمادیا کہ اس ہدایت کے باوجود اگر تم باز نہیں آتے اور غلط راستے پر چلانے والوں کی باتوں میں آتے ہو تو یہ ایسا گناہ ہے جو ظاہر ہے پھر تم جان بوجھ کر کررہے ہو۔ اور جو گناہ جان بوجھ کر کئے جائیں وہ سزا کا مورد بنادیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اِثْــــم، گناہ کے حوالے سے قرآن کریم میں متعدد احکامات دیئے ہیں جن میں سے بعض اور بھی مَیں یہاں بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں اس بات کی یوں وضاحت فرمائی ہے۔

فرمایا کہ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف:34) تو کہہ دے کہ میرے ربّ نے محض بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی جو اس میں سے ظاہر ہو اور وہ بھی جو پوشیدہ ہو۔ اسی طرح گناہ اور ناحق بغاوت کو بھی اور اس بات کو بھی کہ تم اس کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جس کے حق میں اس نے کوئی حجت نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرو جن کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بات کو مزید واضح فرمایا کہ تمام قسم کے غلط اور شیطانی کام کی اسلام سختی سے مناہی فرماتا ہے۔ ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ ان باتوں کی تلاش میں رہے کہ کون سے کام تقویٰ پر چلانے والے ہیں اور کون سے کام تقویٰ سے دور لے جانے والے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں۔ بیشک بعض غلط کام انسان سے پوشیدہ بھی ہوتے ہیں اور شیطان اس تلاش میں ہے کہ کب مَیں ابن آدم کو آدم کی طرح ورغلاؤں اور ان گناہوں کی طرف راغب کروں۔ اور ایسے خوبصورت طریق سے ان غلط کاموں اور گناہوں کا حُسن اس کے سامنے پیش کروں کہ وہ غلطی نہیں بلکہ اسے اچھا سمجھتے ہوئے اسے کرنے لگے اور پھر ان برائیوں میں ڈوب کر ان کو کرتا چلا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہوشیار کردیا کہ ان سے بچو یہ حرام چیزیں ہیں۔ یہ تمہیں سزا کا مستوجب ٹھہرائیں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ (الاعراف:34) کہ میرے ربّ نے بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ ظاہری بے حیائیاں ہیں اور بداعمال ہیں یا چھپی ہوئی بے حیائیاں ہیں یا بُرے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر کہ بے حیائی کی باتیں حرام ہیں بات ختم نہیں کردی بلکہ جہاں بے حیائی کی باتوں کی نشاندہی فرمائی ہے کہ کون کون سی باتیں بے حیائی کی باتیں ہیں وہاں اس کا علاج بھی بتایا ہے کہ فواحش سے تم کس طرح بچ سکتے ہو ایک جگہ فرمایا کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:46) کہ یقیناً نماز فحشاء اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ اور کیونکہ بے حیائی اور فحشاء اس زمانہ میں تو خاص طور پر ہر وقت انسان کو اپنے روزمرہ کے معاملات میں نظر آتے رہتے ہیں اور اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے پانچ وقت کی نمازیں رکھ کر ان سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کا راستہ دکھایا اور اس کی تلقین فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الٰہیہ کا مورد بنادیتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ اللہ اسم اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام صفات کو اس کے تابع رکھا ہے۔ اب ذرا غور کرو'۔ فرمایا'' اب ذرا غور کرو۔ نماز کی ابتدا اذان سے شروع ہوتی ہے۔ اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی اللہ کے نام سے شروع ہو کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اللہ ہی پر ختم ہوتی ہے۔ یہ فخر اسلامی عبادت ہی کو ہے کہ اس میں اوّل و آخر اللہ تعالیٰ ہی مقصود ہے نہ کچھ اور''۔ فرمایا کہ ''مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی عبادت کسی قوم اور ملت میں نہیں ہے۔ پس نماز جو دعا ہے اور جس میں اللہ کو جو خدائے تعالیٰ کا اسم اعظم ہے مقدم رکھا ہے۔ ایسا ہی انسان کا اسم اعظم استقامت ہے۔ اسم اعظم سے مراد یہ ہے کہ جس ذریعہ سے انسانیت کے کمالات حاصل ہوں''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 37 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے پر غور کریں کہ انسان کا اسم اعظم استقامت ہے تو ایک کوشش کے ساتھ اُس نماز کی تلاش میں رہیں گے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے تو اسے وہ نماز ادا کرنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے، جو فحشاء سے روکتی ہے، جو حسنات کا وارث بناتی ہے۔ ظاہری اور باطنی فواحش سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

ایسی نمازوں کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری مزید راہنمائی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ:

''نماز ایسی چیز ہے کہ اس سے دنیا بھی سنور جاتی ہے اور دین بھی۔۔۔ نماز تو وہ چیز ہے کہ انسان اس کے پڑھنے سے ہر ایک طرح کی بدعملی اور بے حیائی سے بچایا جاتا ہے مگر۔۔۔ اس طرح کی نماز پڑھنی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اور یہ طریق خدا کی مدد اور استعانت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور جب تک انسان دعاؤں میں نہ لگا رہے اس طرح کا خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے چاہئے کہ تمہارا دن اور تمہاری رات غرض کوئی گھڑی دعاؤں سے خالی نہ ہو''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 403 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پس ہمیں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی یاد سے اپنے دلوں کو بھرنے کی ضرورت ہے تاکہ آج دنیا میں فحشاء اور بے حیائیوں کے جو ہر طرف نظارے نظر آتے ہیں ان سے ہم بچے رہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر شیطان ہمیں ایسے گناہوں کی طرف لے جاتا ہے جو اثــــم کہلاتے ہیں، جن میں انسان ڈوبتا چلا جاتا ہے، جو ہمیں اپنے فرائض کے بجالانے سے روکے رکھتے ہیں، غلطیوں پر غلطیاں سرزد ہوتی چلی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ بغاوت سے بھی بچو۔ یہ بھی حرام ہے۔ اگر احساس پیدا نہ کیا تو تمام حدود قیود جو ہیں ان کو تم توڑ دو گے۔ تمہیں احساس نہیں رہے گا کہ کون سے عمل احسن ہیں اور صالح ہیں اور کون سے غیر صالح۔ بعض نمازیں پڑھنے والے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑ رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نمازوں کا صحیح مقام حاصل کرنے کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی مدد اور استعانت کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہر وقت خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہر قسم کے شرک سے اپنے آپ کو پاک رکھنے کی ضرورت ہے۔ پس جب یہ صورتحال پیدا ہوگی تبھی ایک مومن حقیقی مومن کہلائے گا اور بے حیائی کی باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے گا۔

پھر سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ اس کے حوالہ سے بعض اور برائیوں کا بھی ذکر فرماتا ہے۔ فرمایا کہ یَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ۔ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرۃ:220) کہ وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں تُو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فوائد بھی۔ اور دونوں کا گناہ (کا پہلو) جو ہے ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔

شراب اور جوئے کے بارہ میں پہلے فرمایا کہ ان میں بڑا گناہ ہے۔ اور پھر فرمایا کہ ان میں خدا تعالیٰ نے فوائد بھی رکھے ہیں لیکن فرمایا کہ اس کا گناہ جو ہے اس کے فائدہ سے بڑھ کر ہے۔ اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے نشانات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سوچ اور فکر سے کام لو۔

پس واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز جو بنائی ہے بیشک اس کے فوائد بھی ہوتے ہیں اور نقصان بھی۔ اس لئے یہ اصولی بات یاد رکھو کہ جس چیز کے نقصان اس کے فائدے سے زیادہ ہوں اس کے استعمال سے بچو اور یہ دونوں چیزیں جؤا اور شراب تو ایسے ہیں جو اِثْمٌ کَبِیْرٌ ہیں۔ ان میں بڑے بڑے گناہ ہیں۔ باوجود فائدہ کے یہ گناہ میں بڑھانے والے ہیں اور جیسا کہ مَیں نے اِثْــــم کے لغوی معنوں میں بتایا تھا اور قرآن کریم میں بھی ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا (الفرقان:69) یعنی اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا۔ پس باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جوئے اور شراب میں فائدہ بھی ہے، یہ کھول کر بیان کر دیا کہ تم غور کرو لیکن غور اس بات پر نہیں کہ مَیں تھوڑا فائدہ اٹھاؤں یا زیادہ۔ یہ دیکھوں کہ اس میں فائدہ ہے کہ نہیں ہے۔ غور اس بات پر کرنا ہے کہ اگر مَیں نے اس کو استعمال کیا یا یہ کام کیا تو گناہگار بنوں گا اور سزا کا سزاوار ٹھہروں گا۔ کیونکہ اِثْمُهُمَا اَکْبَرُ کہہ کر بتا دیا کہ تمہیں اس کے جرم کی سزا ملے گی۔ اور یہ ایسا گناہ ہے جس میں ایک دفعہ انسان پڑتا ہے تو پھر پڑتا چلا جاتا ہے۔ جان بوجھ کر اس گڑھے میں گرتا چلا جاتا ہے۔ دونوں کاموں کے کرنے کا ایک نشہ، ایک چاٹ لگ جاتی ہے اور یوں بغاوت کا رویہ اختیار کرتے ہوئے سزا کا بھی مستحق بن جاتا ہے۔ تو دونوں چیزیں ہی ایسی ہیں جس میں انسان اپنے پاکیزہ مال کو بھی ضائع کر رہا ہوتا ہے اور نہ صرف یہ کہ پاکیزہ مال ضائع کر رہا ہوتا ہے بلکہ حرام مال جو ہے اس کو اپنے طیب مال میں شامل کر کے تمام مال کو ہی حرام بنا لیتا ہے۔ جؤا کھیلنے والا مال ضائع کر دیتا ہے۔ شراب پینے والا جو ہے وہ شراب میں مال ضائع کر دیتا ہے۔ اپنی صحت برباد کر لیتا ہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ واضح طور پر مناہی کر کے بتایا کہ شراب، جوئے اور قرعہ اندازی کے تیر جو ہیں یہ سب شیطانی کام ہیں جو نیکیوں سے روکتے ہیں، اعلیٰ اخلاق سے روکتے ہیں۔ عبادات سے روکتے ہیں۔

سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا۔ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔

(المائدہ :91-93)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جؤا اور بت (پرستی) اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ یقیناً شیطان چاہتا ہے کہ نشے اور جوئے کے دوران تمہارے درمیان بغض اور عناد پیدا کر دے اور تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم باز آ جانے والے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (برائی سے) بچتے رہو اور اگر تم پیٹھ پھیر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف پیغام پہنچانا ہے۔

آجکل ان ملکوں میں شراب جُوا تو عام ہے بلکہ اب تو ہر جگہ ہے۔ جہاں پابندیاں ہیں وہاں بھی بعض ایسی جگہیں ہیں جہاں لوگ جا کر پیتے ہیں۔ ان ملکوں میں تو ہر جگہ نہ صرف یہ کہ عام ہے بلکہ کسی نہ کسی طریق سے اس کی تحریص بھی کروائی جاتی ہے۔ ہر سروس سٹیشن پر یا ہر بڑے سٹور پر جوئے کی مشینیں نظر آتی ہیں۔ کسی نہ کسی رنگ میں اس میں جؤا کھیلا جاتا ہے اور جہاں تک شرک کا سوال ہے اگر ظاہری بت نہ بھی ہوں تو نفس کے بہانوں کے بہت سے بت انسان نے تراش لئے ہیں۔ باوجود ایمان لانے کے بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کی انسان پرواہ نہیں کرتا۔ اور پھر یہ جو بت ہیں، بعض ایسے جو مخفی شرک ہیں یہ عبادات میں روک بنتے ہیں، نمازوں میں روک بنتے ہیں۔ نمازیں جو فحشاء کو دور کرنے والی ہیں ان کی ادائیگی میں روک بن جاتے ہیں۔ پھر تیروں سے قسمت نکالنا ہے اور آج کل اس کی ایک صورت لاٹری کا نظام بھی ہے اس میں بھی لوگ بے پرواہ ہیں۔ زیادہ تر پرواہ نہیں کرتے اور لاٹری کے ٹکٹ خرید لیتے ہیں۔ یہ چیز بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب شیطانی کام ہیں۔ پس ایک حقیقی مومن کا کام ہے کہ عبادات میں استقامت دکھائے۔ نیک اعمال بجالانے کی کوشش میں استقامت دکھائے۔ برائیوں اور بے حیائیوں سے بچنے کے لئے استقامت دکھائے اور یہ استقامت اس وقت آئے گی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نمازوں کی طرف توجہ ہوگی۔

پھر نیکی اور تقویٰ میں بڑھنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ اس طرح حکم فرمایا ہے کہ فرمایا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہ۔ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (المائدہ:3) کہ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

یہ اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے کہ اس میں پہلے یہ بیان کر کے کہ دشمن کی زیادتی اور دشمنی بھی تمہیں کسی قسم کی زیادتی پر آمادہ نہ کرے، پھر فرمایا کہ نیکی اور تقویٰ میں ہمیشہ تمہارا تعاون رہے۔ اصل تقویٰ تو ایک مومن کے اندر ہے اور ہونا چاہئے۔

پس نیکی کے کاموں میں تقویٰ سے کام لیتے ہوئے تعاون ہمیشہ جاری رہنا چاہئے اور تقویٰ ہی ہے جو پھر مزید نیکیوں کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز ایک مومن کو بار بار دوہرانے کی ضرورت ہے اور دوہرانی چاہئے تو وہ نیکیوں کی طرف توجہ اور نیکیوں کا فروغ ہے۔ اور اگر کسی چیز سے بچنا ہے تو وہ گناہ اور زیادتی ہے۔ ایک مومن کی شان نہیں کہ اِثْــم اس سے سرزد ہو۔ ایسا گناہ سرزد ہو جو جان بوجھ کر کیا جائے۔ جو زیادتی کرنے والوں سے زیادتی کرواتا چلا جائے۔ زیادتی کرنے والوں کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ مَیں کیا کر رہا ہوں۔ وہ ظلموں کی انتہا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اِثْـم اور عُـدْوَان یا بار بار کئے جانے والے گناہ اور زیادتی سے نہیں رکو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔ ایسی خوبصورت تعلیم ہوتے ہوئے پھر یہ الزام اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ ظلم و زیادتی سے اسلام پھیلا ہے اور اسلام زیادتی کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے اور آئے دن کہیں نہ کہیں ان ملکوں میں اسلام کے خلاف کچھ نہ کچھ شوشے چھوڑے جاتے ہیں۔ لیکن آج کل اگر ہم دیکھیں تو مغرب میں کیا ہو رہا ہے۔ عراق وغیرہ پر یا بعض اور ملکوں میں جو ظلم کئے جا رہے ہیں، عراق کے ظلموں کا حال تو ہم نے سن لیا جو پبلک انکوائری ہو رہی ہے اس میں بہت ساروں نے تسلیم کیا کہ یہ ظلم تھا اور ہے لیکن ظلم کے باوجود بعض ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہوا ہے اور ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ نہیں، تقویٰ کا یہ کام نہیں۔ جہاں تمہاری غلطی ہے اس غلطی کو مانو اور جہاں صلح صفائی کی ضرورت ہے یا نیک کاموں میں بڑھنے کی ضرورت ہے وہاں تقویٰ سے کام لیتے ہوئے نیکیوں کو پھیلاؤ۔ زیادتیوں سے اپنے آپ کو روکو اور اگر یہ نہیں ہوگا تو پھر یہ چیز اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک مومن کو سزا کا مستحق بناتی ہے۔ جب غیروں کو اس قدر تاکید ہے تو اپنوں سے حسن سلوک کس قدر رہنا چاہئے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور اُن کو طاقت دی جاوے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ:3) کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ، عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ اُن کی پردہ پوشی کی جاوے۔ صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو، کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ

ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے''۔

فرمایا: ''دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہئے بلکہ اجماع میں چاہئے کہ قوت آ جاوے اور وحدت پیدا ہو جاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔۔۔ کیوں نہیں کیا جاتا ہے کہ اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی، محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے اور تمام عادتوں پر رحم اور ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کر لیا جاوے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہئیں جو دل شکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔۔۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرے۔ پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق و نعمت اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 265-263 جدید ایڈیشن)

پس یہ وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو نیکی اور تقویٰ میں بڑھانے والے ہیں اور گناہ سے بچاتے ہیں اور زیادتی سے روکتے ہیں۔ عبادتوں سے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو یہ اعلیٰ اخلاق جو ہیں ان سے پھر حقوق العباد کی طرف توجہ بھی پیدا ہوتی ہے۔

پھر ایک بہت بڑی برائی کی طرف خدا تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلاتے ہوئے یہ حکم فرمایا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۔ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات:13) کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بکثرت ظن سے اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں میں محبت، پیار اور بھائی چارہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ حسن ظن سے پیدا ہوتا ہے۔ پس فرمایا کہ بدظنی سے بچو کیونکہ بدظنی گناہ کی طرف لے جاتی ہے، جو نہ صرف انسان کی اپنی ذات کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو معاشرے کے امن کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ دلوں میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ایک ایسا گناہ جو انسان بعض اوقات اپنی انا کی تسکین کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تجسس نہ کرو، تجسس بھی بعض اوقات بدظنی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور جب انسان کسی کے بارہ میں تجسس کر رہا ہوتا ہے اس کے بعد بھی جب پوری معلومات نہیں ملتیں تو جو معلومات ملتی ہیں انہی کو بنیاد بنا کر پھر بدظنیاں اور بڑھ جاتی ہیں اور بدظنی میں بعض اوقات انسان اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کی حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی ہیں، خدمت کرنے والے بھی ہیں اور ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جاہل اجڈ عورتیں بھی نہیں کرتی ہوں گی۔ چھوٹے چھوٹے شکووں کو اتنا زیادہ اپنے اوپر سوار کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی میں اس سے بڑی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ اور اس سے نہ صرف اپنے کاموں میں حرج کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسی سوچوں کے ساتھ اپنی زندگی بھی اجیرن کر رہے ہوتے ہیں بلکہ اِدھر اُدھر باتیں کر کے جس کے خلاف شکوہ ہوتا ہے اس کی زندگی بھی اجیرن کر رہے ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایسے معاملات میرے پاس بھی آ جاتے ہیں اور جب تحقیق کرو تو کچھ بھی نہیں نکلتا۔ بڑی معمولی سی بات ہوتی ہے۔ پھر بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا شکایت کرنے والے کے ساتھ براہ راست معاملہ بھی نہیں ہوتا۔ ادھر سے بات سنی ادھر سے بات سنی، تجسس والی طبیعت ہے شوق پیدا ہوا کہ مزید معلومات لو اور ادھ پچدی جو معلومات ملتی ہیں ان کو پھر فوراً اپنے پاس سے حاشیہ آرائی کر کے اچھالا جاتا ہے۔ تو جب کسی کے بارہ میں باتیں کی جاتی ہیں اور انہیں اچھالا جاتا ہے تو اس شخص بیچارے کی زندگی اجیرن ہوئی ہوتی ہے کیونکہ اس ماحول میں اس کو دیکھنے والا ہر شخص ایسی نظر سے دیکھ رہا ہوتا ہے جیسے وہ بہت بڑا گناہگار انسان ہے۔ وہ چھپتا پھرتا ہے۔ بعض دفعہ ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک ایسا گناہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ہر احمدی کو اس سے بچنا چاہئے۔

پھر غیبت ایک گناہ ہے جس سے اصلاح کی بجائے معاشرے میں بدامنی کے سامان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گندے فعل سے کراہت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم تو آرام سے غیبت کر لیتے ہو۔ یہ سمجھتے ہو کہ کوئی بات نہیں، بات کرنی ہے کر لی۔ زبان کا مزا لینا ہے لے لیا۔ یا کسی کے خلاف زہر اگلنا ہے اگل دیا۔ لیکن یاد رکھو یہ ایسا مکروہ فعل ہے ایسی مکروہ چیز ہے جیسے تم نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا لیا۔ اور کون ہے جو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے کراہت نہ کرے۔ غیبت یہی ہے کہ کسی کی برائی اس کے پیچھے بیان کی جائے۔ پس اگر اس شخص کی اصلاح چاہتے ہو جس کے

بارہ میں تمہیں کوئی شکایت ہے تو علیحدگی میں اسے سمجھاؤ تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لے اور پھر بھی اگر نہ سمجھے تو پھر اصلاح کے لئے متعلقہ عہدیدار ہیں، نظام جماعت ہے، امیر جماعت ہے اور اگر کسی وجہ سے کوئی مصلحت آڑے آرہی ہے یا تسلی نہیں ہے تو مجھ تک پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ مجھے شکایت کرتے ہیں لیکن ان شکایتوں سے صاف لگ رہا ہوتا ہے کہ اصلاح کی بجائے اپنے دل کا غبار نکال رہے ہیں اور پھر اکثر یہی ہوتا ہے کہ شکایت کرنے والے اپنا نام نہیں لکھتے صرف ایک احمدی یا ایک ہمدرد لکھ دیتے ہیں نیچے یا پھر ایسا نام اور پتہ لکھتے ہیں جس کا وجود ہی نہیں ہوتا جو بالکل غلط ہوتا ہے۔ ایسے لوگ سوائے میرے دل میں کسی کے خلاف گرہ پیدا کرنے کی کوشش کے اور کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔ اور اس میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ کیونکہ نام چھپانے سے ایک تو صاف پتہ چل رہا ہوتا ہے کہ کوئی ہمدرد نہیں ہے بلکہ صرف کسی دوسرے کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ عموماً تو ایسے خطوں پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی اور میرا کام تو ویسے بھی یہ ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے پہلے تحقیق کرواؤں، پتہ کروں اور جس کا نام پتہ ہی نہیں اس کی تحقیق بھی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر کسی کو سزا ہو بھی تو میرے دل میں اس کے خلاف نفرت کبھی نہیں پیدا ہوئی، نہ کوئی گرہ پیدا ہوتی ہے بلکہ دکھ ہوتا ہے کہ ایک احمدی کو کسی بھی وجہ سے سزا ہوئی ہے۔ بہر حال ایک احمدی کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ کہ تقویٰ اختیار کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جن کو اس قسم کی بدظنیوں کی یا تجسس کی یا غیبت کی عادت ہے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف کریں۔ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احساس ندامت لے کر میرے پاس آؤ گے تو میں تمہاری توبہ قبول کروں گا اور تمہارے ساتھ رحم کا سلوک کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنونِ فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظن کرے تو پھر کچھ دینے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی تو پھر منزلِ مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بُری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنی شروع کر دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 375 جدید ایڈیشن)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: ’’بدظنی صِدق کی جڑ کاٹنے والی چیز ہے۔ اس لئے تم اس سے بچو اور صدّیق کے کمالات حاصل کرنے کے لئے دعائیں کرو‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 247 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

پھر فرمایا: ’’بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے۔ مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے (شکوے شکایتیں کرنے کی عادت ہوتی ہے) ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (الحجرات: 13)۔ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔ یہ سب بُرے کام ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 654-653 جدید ایڈیشن مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی نیکیاں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر ہم عمل کرنے والے ہوں اور اس کی رضا کی جنتوں کو حاصل کرنے والے ہوں۔

آج بھی ایک افسوسناک خبر ہے۔ مکرم سمیع اللہ صاحب ابن مکرم ممتاز احمد صاحب شہداد پور ضلع سانگھڑ کو تین فروری کو شہداد پور میں شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی وہاں الیکٹرک اور موٹر وائنڈنگ وغیرہ کی ایک دکان تھی۔ وہ شام کو بند کر کے واپس آرہے تھے اپنے گاؤں کے قریب پہنچے تو دو موٹر سائیکل والے قریب آئے پہلے ان کو روکا پھر ایک شخص نے راستہ پوچھا اور دوسرے نے ان کے سر پر پستول رکھ کر گولی چلا دی اور یہ وہیں موقع پر شہید ہو گئے۔ ان کی عمر 53 سال تھی۔ جماعت کے بڑے فعال رکن تھے۔ سیکرٹری اصلاح و ارشاد، سیکرٹری دعوت الی اللہ، زعیم انصار اللہ اور نائب ناظم انصار اللہ ضلع کی حیثیت سے بھی خدمت کرتے رہے۔ فعال داعی الی اللہ بھی تھے۔ دکان پر بغیر کسی خوف کے، باوجود مخالفت کے ایم ٹی اے لگوایا ہوا تھا۔ تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ جماعتی مذاکرے اور سوال و جواب کی مجلسیں بھی ان کے گھر پر ہوتی تھیں۔ ایمانی غیرت رکھنے والے بڑے بہادر اور نڈر انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کی دو شادیاں تھیں۔ ایک اہلیہ اور تین بیٹیاں اور ایک بیٹا کینیڈا میں ہیں اور دوسری شادی سے ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں جو ان کے پاس ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ شہید کو اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے اور درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو بھی صبر اور حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے۔ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ نماز کے بعد انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی جائے گی۔

☆......☆......☆......☆

پاکستان کا حالیہ سیلاب یا عذاب؟

واقعاتی ترتیب کے تناظر میں

حافظ مظفر احمد، ربوہ پاکستان

پاکستان کا حالیہ خوفناک سیلاب جسے عذاب الٰہی اور قیامت صغریٰ سے تعبیر کیا جا رہا ہے اپنی ذات میں تاریخ کا ایک ہولناک واقعہ ہے مگر اس کے ساتھ بعض واقعات کا تسلسل اور ترتیب ایک ایسے معیّن عرصہ اور تاریخوں میں سامنے آئی ہے جسے محض اتفاقی حادثہ قرار دینا مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتا ہے مثلاً 28 جولائی کو اسلام آباد میں ایک طیارہ کی تباہی سے 152 افراد کی ہلاکت اور اسی دن ہولناک سیلاب کی تباہی کا آغاز جس سے ٹھیک دو ماہ قبل 28 مئی کو لاہور میں احمدیہ بیوت الذکر پر دہشت گردی کے ظالمانہ واقعات کے بعد یہ مظلوم اپنے مولا سے فریاد کناں تھے۔

سانحہ دارالذکر و ماڈل ٹاؤن لاہور

28 مئی 2010ء نماز جمعہ کے وقت لاہور میں جماعت احمدیہ کی دو بیوت الذکر ماڈل ٹاؤن اور دارالذکر پر دہشت گردوں نے حملہ کر کے 86 معصوم احمدیوں کا خون کیا اور 120 زخمی ہوئے۔ اگلے روز اکثر پاکستانی اخبارات اردو و انگریزی کی شہ سرخی یہ تھی۔

''احمدیوں کی 2 عبادت گاہوں پر حملے 80 ہلاک تحریک طالبان پنجاب نے حملوں کی ذمہ داری قبول کرلی''۔

(ہیڈ لائن روزنامہ پاکستان ہفتہ 29 مئی 2010ء صفحہ 7)

امام جماعت احمدیہ کا ردّعمل

سانحہ کے روز (28 مئی) بروز جمعہ جماعت احمدیہ کے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لنڈن میں عالمگیر جماعت سے اپنے ٹی وی چینل سے خطبہ جمعہ کے خطاب میں لاہور میں دارالذکر اور بیت النور ماڈل ٹاؤن میں دہشت گردی کی تازہ کارروائی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ''یہ جو اجتماعی نقصان پہنچانے کی مخالفین نے کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً اس کا بدلہ لینے پر قادر ہے۔ کس ذریعہ سے اس نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا ہے، کس طرح اس نے ان فساد اور ظلم بجالانے والوں کو پکڑنا ہے، یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی غیرت کو بار بار للکار رہے ہیں اور ظلم میں بڑھتے چلے جارہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عبرت کا نشان بنادے گا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہوگا۔''

(الفضل انٹر نیشنل 4تا10جون 2010ء صفحہ 8)

اس خطبہ کے دوران حضور کی آواز اپنے پیاروں کے دکھ سے بھرّا گئی اور آنکھوں میں نم محسوس کیا گیا جس کا ذکر کرتے ہوئے۔ ایک احمدی شاعر مظفر احمد منصور صاحب آف کینیڈا نے 28 مئی کے واقعہ کے معاً بعد کہا کہ

لے جائے گی تنکوں سی بہا کر تمہیں تقدیر
اے ظالمو! یہ چشمِ خلافت میں جو نم ہے

اس کے بعد ایک اور موقع پر حضور انور نے مظلوم کی دعا کی قبولیت والی حدیث کا بھی ذکر فرمایا اور 29 مئی کو راہ ہدیٰ کے پروگرام میں خاکسار نے حسب ارشاد یہ حدیث سنا بھی دی۔

''مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا''۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اس سے اگلے جمعہ (4جون 2010ء) کے عالمی خطبہ جمعہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے کس شان توکّل سے فرمایا کہ:

''ہم نے اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے۔''

(روزنامہ الفضل 8جون2010ء)

پھر ایک ماہ تک معصوم ومظلوم احمدیوں کی آہ وزاری اور ان کے امام کی متضرعانہ دعاؤں کے بعد، جلسہ سالانہ جرمنی کے اختتامی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے 27جون کو فرمایا:

''پس آج بھی جو ظلم جماعت پر پاکستان میں روا رکھا جارہا ہے اور جس کی انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ صورت لاہور میں احمدیوں پر اجتماعی حملے کی صورت میں سامنے آئی اور حملہ بھی خدا کے گھر میں، خدا کی عبادت کرنے والے نہتے احمدیوں پر۔ تو اُس وقت جب حملہ ہو رہا تھا، اُس وقت جس صبر اور حوصلہ اور اضطرار سے احمدی دعائیں کر رہے تھے اور اُس وقت کے بعد آج تک احمدیوں میں اضطراری کیفیت قائم ہے اور دعاؤں میں مصروف ہیں، تو کیا خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو نہیں سنے گا؟ سنے گا اور انشاء اللہ یقیناً سنے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ یہ ظلم جو خدا کے نام پر خدا والوں سے روا رکھا گیا اور روا رکھا جارہا ہے، کیا اس بات پر خدا کی غیرت جوش نہیں دکھائے گی؟ دکھائے گی اور یقیناً دکھائے گی۔''

نیز فرمایا:

''پس اے احمدیو! تم ظلم پر پریشان نہ ہو کہ الٰہی جاعتوں سے یہی سلوک ہمیشہ روا رکھا جاتا ہے۔ ان ظالموں کا معاملہ خدا پر چھوڑ دو ظالموں کو اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور ضرور پکڑے گا۔ ہمارا کام خدا تعالیٰ کے حضور جھکنا ہے اور اس کی رحمت کو جذب کرنا ہے''

(الفضل انٹر نیشنل 30 جولائی تا 12اگست2010ء)

اس دوران حضور انور نے احباب جماعت کے دعائیہ خطوط کے جواب میں انہیں تسلی آمیز بشارات سے نوازا۔ بطور نمونہ اپنے علم میں آنے والی ایک مثال عرض ہے 18جولائی کو حضور ایدہ اللہ نے امیر صاحب ضلع حافظ آباد کو ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:'' آپ لکھتے ہیں کہ واقعہ لاہور کے بعد شر پسندوں کا ٹولہ جماعت مخالف سرگرمیوں میں تیز ہو گیا ہے یاد رکھیں کہ میرا پیارا قادر قیوم خدا ان شریروں اور ان کے چیلوں اور سرپرستوں کی خارق عادت پکڑ ضرور فرمائیگا اور یہ عنقریب ہوگا۔ انشاء اللہ۔''

(مکتوب حضور انور محررہ 2010-7-18)

28/جولائی کو اس ہولناک سیلاب نے دریائے سندھ کے دونوں طرف صوبہ سرحد سے سندھ میں تباہی مچادی۔ جس کی تفصیل میں جانے سے قبل 60سال قبل کے واضح الہام کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جس کے مطابق یہ عذاب الٰہی ایک تقدیر مبرم دکھائی دیتا ہے۔

حالیہ سیلاب اور جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ کا ساٹھ سال قبل کا ایک اہم الہام

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ (وفات 1965) کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال قبل الہام کے ذریعے آئندہ کے ایسے حالات سے مطلع فرمایا جو حالیہ سیلاب پر واضح طور پر چسپاں ہوتے ہیں آپ نے تحریر فرمایا: 17یا 18/ مارچ 1951 کی شب کو مجھے یہ الہام ہوا کہ:''سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا'' جس وقت یہ الہام ہو رہا تھا میرے دل میں ساتھ ہی ڈالا جاتا تھا کہ متوازی کا لفظ دونوں طرف کے ساتھ لگتا ہے اور دونوں طرف سے مراد یا تو دریائے سندھ کے دونوں طرف ہیں اور یا ریل یا سڑک کے دونوں طرف ہیں جو کراچی اور پاکستان کے مشرقی علاقوں کو ملاتی ہے۔ ''اسی طرح میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ نشان ہمارے لئے مبارک اور اچھے ہوں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر مبارک چیز اپنی ساری شکل میں ہی خوش کن بھی ہو۔ بعض دفعہ انذاری نشان بھی خدائی سلسلوں کے لئے مبارک ہوتے ہیں کیونکہ انکے ذریعہ سے لوگوں کی توجہ صداقت کے قبول کرنے کی طرف پھر جاتی ہے۔ بہر حال اس الہام سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا بڑا نشان یا ایسے کئی نشان ظاہر ہوں گے جو کہ دریائے سندھ کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں یا ریل کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں میں عمومیت کے ساتھ وسیع اثر ڈالیں گے۔ جس کے یہ معنی بھی بنتے

ہیں کہ شمالی اور جنوبی سندھ یا بلوچستان تک ان کا اثر جائے گا اور ادھر دریائے سندھ کے اس پار بھی اور اس پار بھی یعنی ڈیرہ غازیخان ، میانوالی ، کیمل پور اور صوبہ سرحد کے علاقوں تک بھی اس کا اثر جائے گا یا ان علاقوں میں سے اکثر حصوں پر ان کا اثر پڑے گا۔ '' دونوں طرف '' سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ خدانخواستہ اس سے کسی طوفان کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ **بظاہر دونوں طرف ظاہر ہونے والا نشان دریا کی طغیانی معلوم ہوتی ہے لیکن** چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی ہمیں بھی اس انتظار میں رہنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ جس صورت میں چاہے نشان دکھائے۔ ہاں یہ ضرور بتایا گیا ہے کہ یہ نشان ہمارے لئے کئی رنگ میں مبارک ہوگا''۔

(رؤیا کشوف سیدنا محمود صفحہ 472 الہام نمبر 518)

غیر معمولی بارشوں کے متعلق مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب کی ایک قبل از وقت رؤیا (1 جولائی 2010ء)

برادرم مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب امیر ضلع پشاور نے مجھ سے بیان کیا کہ 16 جولائی کو مکرم مبشر احمد کاہلوں صاحب ناظر دعوت الی اللہ نے مرکز سے دورہ کے لئے پشاور آنا تھا حفاظتی نقطۂ نظر سے طبعاً فکر تھی۔ اس رات خواب میں دیکھا موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور ہم کاہلوں صاحب کے ساتھ اندر جگہ پر محفوظ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر پانی اتنا زیادہ ہے کہ سڑک پر کھڑی گاڑی اس میں ڈوب چکی ہے اور اس کا صرف اُوپر کا کنارہ نظر آ رہا ہے۔

حالات حاضرہ سے متعلق کیپٹن ایم اے خان صاحب کراچی کی تین سال قبل کی ایک رؤیا

اس رؤیا میں آپ کی پیشگی اطلاع کے مطابق بھی موجودہ غیر معمولی نازک حالات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی خصوصی دعائیں اور ان کی خاص انداز میں قبولیت اور قیامت جیسے نشان کے ظہور کا واضح اشارہ ہے یہ رؤیا اُنہوں نے حضور کی خدمت میں 2007ء میں لکھ دی تھی وہ بیان کرتے ہیں کہ خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو لنڈن میں نماز مغرب پڑھاتے دیکھا۔ آپ جو بھی آیت تلاوت کرتے ہیں ایک شخص ساتھ ساتھ اسکا منظوم ترجمہ مترنم آواز میں پڑھتا جاتا ہے۔ ایک آیت کے ترجمہ پر وہ شخص رُک گیا اور منظوم ترجمہ نہیں پڑھا تو حضور نے جلال سے فرمایا کہ اس کا بھی ترجمہ کریں تب اس نے یہ منظوم مصرع بطور ترجمہ پڑھا:

'' خدا رسوا کرے گا تم کو میں 'اقبال' پاؤں گا ''

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مصرع دراصل حضرت مسیح موعودؑ کی 1907ء کی اس مشہور نظم کا ہے کہ

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائے گا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنے والی ہے

اصل نظم میں '' اعزاز پاؤں گا '' کے الفاظ ہیں جب کہ خواب میں '' اقبال پاؤں گا '' کے الفاظ میں گہری حکمت مخفی ہے کیونکہ لفظ اقبال اردو میں عزت اور بامرادی کے علاوہ اعتراف اور اقبال جرم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عربی میں اس کے معنی توجہ اور رجوع کرنے کے ہیں۔
گویا اس خواب میں پیغام تھا نشانوں کے بعد حضور کی دعاؤں کے انکار کے نتیجہ میں منکرین پر قیامت جیسی گرفت ہوگی جس کا وہ خود اعتراف کریں گے اور امام وقت کی طرف لوگوں کا رجوع بھی ہوگا اور اس کے نتیجہ میں بالآخر آپ اور آپ کی جماعت بامراد اور سر بلند ہوگی۔ یہ عجیب توارد ہے کہ 28 جولائی کو '' جب سانحہ طیارہ مارگلہ '' اور آغاز سیلاب کا واقعہ ہوا۔ یکم اگست 2010ء کو یہی نظم جلسہ سالانہ برطانیہ کے آخری اجلاس میں حسب پروگرام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے آخری خطاب سے پہلے پڑھوائی تو اس وقت صاحب ایمان اہل دل کی عجیب کیفیت تھی۔

حالیہ واقعات اور بعض اور تائیدی خوابیں

سچی خواب کی ایک نشانی یہ ہوتی ہے کہ بیک وقت کئی لوگوں کو اللہ تعالیٰ وہ نظارہ دکھا کر گواہ بنالیتا ہے۔ ذیل میں دو غیر از جماعت احباب کی ایسی ہی خوابوں کا تذکرہ ضروری ہے۔ محمد اسلم لودھی 18 اگست 2010ء کو اپنے کالم جس کا عنوان '' یہ سیلاب نہیں عذاب ہے '' میں لکھتے ہیں کہ '' چند ماہ پہلے ایک ممتاز عالم دین کے

خواب میں تشریف لا کر نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ پاکستان میں عذاب نازل ہونے والا ہے اور اس عذاب سے بچنے کے لئے سورۃ الشمس کا زیادہ سے زیادہ ورد کیا جائے۔۔۔'' اس کے بعد سیلاب کا ذکر کر کے موصوف لکھتے ہیں '' اگر اسے سیلاب نوح کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔''

(روزنامہ نوائے وقت (3)18اگست 2010ء)

سورۃ الشمس میں لائق توجہ نقطہ قوم ثمود کا اپنے نبی کو جھٹلانے کے نتیجہ میں ہلاکت کا عبرت ناک واقعہ ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی سرکشی کی مثال دی ہے جب اس کا بد بخت سردار حضرت صالحؑ پر حملہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اللہ کے رسول نے ان کے لئے عذاب کا یہ نشان مقرر کیا کہ حضرت صالحؑ کی تبلیغ کے لئے استعمال ہونے والی اونٹنی کو اس کے پانی سے نہ روکا جائے۔ مگر وہ باز نہ آئے اور وقت کے نبی کی تکذیب کرتے ہوئے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ جس پر اس گناہ کے سبب ان کے رب نے خوفناک زلزلے عذاب کی ضربوں سے ان کی بستیوں کو تباہ کر کے ہموار کر دیا۔

اوریا مقبول جان صاحب کا 28 جولائی کا کالم

ایک اور عجیب توارد جناب اوریا مقبول جان صاحب کا وہ مضمون ہے جو انہوں نے سانحہ لاہور کے ٹھیک دو ماہ بعد حادثہ طیارہ مارگلہ اور آغاز سیلاب کے دن 28 جولائی 2010ء کو روزنامہ ایکسپریس اپنے کالم '' ڈور اٹوٹ چکا'' میں لکھا۔ اُنہوں نے اپنے ایک صاحب بصیرت اور اہل نظر کی شفقتوں اور کرامتوں کے تذکرہ کے بعد ان کی طرف سے بطور انتباہ استغفار کی تلقین کی اور خوابوں کے مطابق مارگلہ کی پہاڑیوں میں آتش فشاں پھٹنے اور سیلاب کے امڈ آنے کا ذکر کیا ہے جس کے چند گھنٹے بعد یہ واقعات ظاہر ہوئے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں، ''گزشتہ دو سالوں سے مختلف اہل نظر اس قوم کو اجتماعی استغفار کی درخواست کر رہے تھے اور میں ان کا حکم سمجھ کر تحریر کرتا تھا۔ لیکن گزشتہ دو ماہ سے سب کی حیرت نمایاں تھی اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے یہ لوگ استغفار کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے ،اللہ تعالیٰ ناراض ہیں۔۔۔ جس پریشانی اور تردد میں یہ سطریں میں تحریر کر رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی دفعہ ان صاحب نے اپنی زبان سے ایسے الفاظ ادا کئے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ ہمارے اعمال کی سزا کا تعین ہو چکا ہے۔ پہلے ان سے درخواست کرتے تھے تو وہ خاموشی سے مسکرا دیتے ، یا کہتے مجھے دیوار کے پار بھی نظر نہیں آتا۔ لیکن آج انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور فرمایا ستون نیچے سے نکال لیا گیا ہے اور چھت گرنے والی ہے لوگوں سے کہو معافی مانگیں، استغفار کریں مجھے وہ خواب یاد آ گئے جو ان دنوں بہت لوگوں نے دیکھے۔ شہروں میں ظالم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر بھوکے بھیڑیوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔ مارگلہ کی پہاڑیوں سے آتش فشاں پھٹا ہے اور لڑھکتے پتھر بھاگتے لوگوں کو روندتے جا رہے ہیں۔ سیلاب ہیں کہ اُمڈے چلے جاتے ہیں''۔

اس کے بعد ہونے والے واقعات کی ترتیب کچھ یوں ہے:

28 جولائی 2010ء کو مارگلہ میں طیارہ کا حادثہ 29 جولائی کو اخبارات کی شہ سرخی تھی!۔'' اسلام آباد نجی کمپنی کا مسافر طیارہ پہاڑ سے ٹکرا کر تباہ 152 جاں بحق۔''

(روزنامہ آواز 29جولائی 2010ء صفحہ4)

28 جولائی صوبہ خیبر پختونخواہ سے خوفناک بارشوں سے سیلاب کا آغاز ہوا جس نے آفت آسمانی کا روپ دھار لیا

'' خیبر پختونخواہ میں سیلاب اور بارشوں سے تباہی 29 جاں بحق سینکڑوں مکان منہدم''۔

(روزنامہ ایکسپریس فیصل آباد جمعرات29جولائی2010ء)

اٹھائیس تھی وہ جولائی کہ جب سیلاب پھنکارا
کرو کچھ یاد '' اٹھائیس مئی'' مہنگی بھی پڑتی ہے

زعمائے قوم کا اعتراف

28 جولائی کو شروع ہونے والے حالیہ سیلاب کو قومی اخبارات اور میڈیا میں مسلسل آفت آسمانی، عذاب الٰہی اور قیامت صغریٰ کہا اور لکھا جا رہا ہے۔

جمیعۃ العلماء اسلام کے امیر اور معروف دیوبندی عالم و سیاستدان مولانا فضل الرحمٰن نے ملک بھر میں سیلاب کی صورتحال پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ موڑنے کو اس کا سبب قرار دیا ہے۔

(روزنامہ پاکستان لاہور 5اگست 2010ء)

تحریک منہاج القرآن کے بانی اور اہل سنت بریلوی مسلک کے علامہ طاہر القادری نے کہا ہے کہ تاریخ کے بدترین سیلاب کی تباہ کاریوں نے لاکھوں گھروں کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں قدرتی آفات ناگہانی اموات، ٹارگٹ کلنگ اور دہشت گردی کے واقعات اللہ کی ناراضگی کا نتیجہ ہیں۔

(روزنامہ پاکستان لاہور 5اگست 2010ء)

جماعت اسلامی صوبہ پنجاب کے امیر ڈاکٹر وسیم اختر نے کہا ہے کہ سیلاب کی شکل میں ملک پر خدا کا عذاب نازل ہوا ہے پوری قوم اور حکومتی عہدیداران کو اللہ سے توبہ استغفار کرنی چاہئے اور لوگوں کو نماز کی طرف راغب کروتا کہ آئندہ آنے والی مصیبتوں سے چھٹکارا مل سکے۔

(روز نامہ دن لاہور پیر 16اگست 2010ء)

سابق وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے بیان دیا کہ'' حکمرانوں کے اعمال کی وجہ سے ملک آفات میں ہے۔''

(روزنامہ جنگ 29اگست2010ء)

وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے حالیہ سیلاب کے بارہ میں کہا'' ملک کو تاریخ کی سب سے بڑی آفت کا سامنا ہے۔''

(اخبار جنگ25اگست2010ء)

نیز اُنہوں نے وفاقی کابینہ کے اجلاس میں کہا'' سیلاب سے 43ارب ڈالر کا نقصان ہوا، 2 کروڑ سے زائد افراد متاثر ہوئے، 12لاکھ گھر تباہ اور ایک ہزار پُل تباہ، 4ہزار کلومیٹر سڑکیں متاثر، 18لاکھ ایکڑ فصلیں تباہ۔ بجٹ کا خسارہ 6.7فیصد تک پہنچنے کا خطرہ ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور یکم ستمبر 2010ء صفحہ اوّل)

جبکہ نیشنل ڈیویلپمنٹ مینجمنٹ اتھارٹی(NDMA) کے مطابق ہلاکتوں کی تعداد 1,767 اور زخمیوں کی تعداد 2,865 ہے اسی طرح 18لاکھ گھر تباہ ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ترجمان کے مطابق پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریاں عشرے کی بدترین تباہی ہے۔ (جنگ 30اگست)

بی بی سی لندن نے حالیہ سیلاب کو تاریخ کا بدترین سیلاب قرار دیا۔

(روز نامہ جنگ 30 اگست2010ء)

اشتیاق بیگ اپنے کالم'' آج کی دنیا'' مطبوعہ روزنامہ جنگ 28اگست 2010ء میں رقمطراز ہیں:

'' موجودہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے ملک 10 سال پیچھے چلا گیا۔ اطلاعات کے مطابق سیلاب کی تباہ کاریوں سے 50ارب ڈالر تک کا نقصان ہو چکا ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہورادارتی صفحہ6)

عطاء الحق قاسمی اپنے کالم'' روزن دیوار سے'' مطبوعہ روزنامہ جنگ لاہور 22اگست 2010ء کے ادارتی صفحہ پر رقمطراز ہیں کہ'' موجودہ صدی کے سب سے تباہ کن سیلاب نے پوری قوم کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔''

نذیر لغاری اپنے کالم'' عرض حال'' میں لکھتے ہیں'' پانچ ہزار سال کی تاریخ کے چند بڑے سیلابوں میں سے موجودہ سیلاب اپنی تباہ کاریوں میں لاثانی ہے۔''

(روزنامہ جنگ 31اگست 2010ء ادارتی صفحہ نمبر6)

عرفان صدیقی اپنے کالم'' نقش حال'' میں زیر عنوان'' کڑی آزمائش اور بڑی سرکار'' لکھتے ہیں کہ تقریباً پانچ ہفتوں پر محیط اس قدرتی آفت کے تباہ کن اثرات سے نکلنے کے لئے ہفتے اور مہینے نہیں سالہا سال درکار ہوں گے ---- پاکستان کے چاروں صوبوں نیز گلگت بلتستان کے 79 اضلاع سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ اسقدر وسیع رقبے پر پھیلی تباہ کاریوں کا سو فیصد درست اندازہ لگانا ممکن نہیں۔''

(روزنامہ جنگ لاہور 2ستمبر ادارتی صفحہ)

روزنامہ خبریں مورخہ 28اگست 2010ء اپنے اداریہ میں رقمطراز ہے کہ:

'' سیلاب کی تباہ کاریوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس وقت پاکستان کا ایک تہائی حصہ سیلاب کی زد میں ہے۔ دو کروڑ سے زائد افراد سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ دو ہزار سے زائد افراد جاں بحق اور ہزاروں لاپتہ ہیں۔ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں قدم قدم پر قیامت صغریٰ کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ ہزاروں ایکڑ رقبے پر کھڑی فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ ہزاروں مکان تباہ اور سینکڑوں دیہات صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں''۔

مرزا اختیار بیگ اپنے کالم'' شہ رگ'' میں لکھتے ہیں؛ اقوام متحدہ کی سیلاب کی تباہ کاریوں کی رپورٹ کے مدنظر جس میں پاکستان کی موجودہ سیلاب کو سونامی، ہیٹی اور پاکستان کے زلزلے کے ہونے والے مجموعی نقصانات سے زیادہ ہولناک

قرار دیا گیا ہے''۔

(روزنامہ جنگ 20ستمبر2010ء)

عذاب الٰہی اور قرآنی اصول

یہ سوال کہ یہ کیسے پتہ چلے کہ واقعی اللہ کی ناراضگی کے نتیجہ میں کوئی طبعی حادثہ یا عذاب رونما ہو رہا ہے۔اس بارہ میں یادرکھنا چاہئے اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحیم وغفور ہے اس نے اس دنیا میں عذاب کے مختلف اصول مقرر فرمائے ہیں تا کہ اس دنیا کے لوگوں کو آخری ہلاکت سے بچایا جا سکے۔قرآن شریف میں عذاب کے متعلق موٹے اصول یہ بیان ہوئے ہیں:۔

(1) عذاب سے پہلے وارننگ۔
(2) قوم کے ایک حصہ پر اتمام حجت کے بعد پوری قوم یابستی کی ہلاکت۔
(3) وارننگ کے بعد لمبی مہلت۔
(4) بڑے عذاب سے پہلے بطور تنبیہ چھوٹا عذاب۔
(5) توبہ نہ کرنے پر جزوی عذاب مختلف صورتوں میں۔
(6) وقتی توبہ پر عذاب کا ٹل جانا اور دوبارہ نافرمانی پر عذاب۔
(7) عذاب کی پیشگی اطلاع کیساتھ کوئی نمایاں علامت یا نشانی رکھ دینا۔
(8) عارضی توبہ کی عہد شکنی پر نسبتاً بڑا عذاب
(9) سچی توبہ کے بعد عذاب کا ٹل جانا۔

عذاب سے پہلے وارننگ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور کوئی بھی بستی نہیں مگر ہم اسے ہلاک کرنے والے یا قیامت سے پہلے شدید عذاب دینے والے ہیں۔یہ لکھی ہوئی کتاب میں موجود ہے'' (بنی اسرائیل 59)

''اور ہم ہرگز عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل16)

قوم کے ایک حصہ پر اتمام حجت کے بعد پوری قوم یا بستی کی ہلاکت

فرمایا''اور ہم نشان اس لئے بھیجتے ہیں تا کہ لوگ اس کو دیکھ کر ڈریں''۔

(بنی اسرائیل60)

''اور ہم جب کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اسے تباہ برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل17)

وارننگ کے بعد لمبی مہلت

عذاب کی وارننگ کے بعد مہلت بعض دفعہ اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ رسول کی وفات کے بعد عذاب آتا ہے جیسا کہ فرمایا:۔پس اے رسول ﷺ ہم تجھے لے بھی جائیں تو ان سے ہم انتقام لینے والے ہیں۔یا تجھے ضرور دکھا دیں گے جس کا ہم ان سے وعدہ کر چکے اور ہم اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں (سورۃ الزخرف 42,43)

اسی طرح فرمایا'' یا تو ہم تجھے (اے رسول ﷺ) اس میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم نے ان کو وعدہ دیا ہے ہم آپ ﷺ کو وفات دے دیں تو ہماری طرف ہی ان کا لوٹنا ہے۔'' (یونس 47)

بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب بطور تنبیہ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اور ہم یقیناً انہیں بڑے عذاب سے اور چھوٹے عذاب میں سے کچھ چکھائیں گے تا کہ ہو سکے تو وہ ہدایت کی طرف لوٹ آئیں۔'' (سورہ السجدۃ26)

قرآن شریف میں چھوٹے عذاب کی ایک مثال اموال کی تباہی کی صورت میں یہ دی گئی ہے

''ہم نے ان کو آزمایا جیسے گھنے باغ والوں کو آزمایا تھا۔جب اُنہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ ضرور پو پھٹتے اس کی فصل کاٹ لیں گے۔اور وہ کوئی استثناء نہیں کرتے تھے (یعنی ان شاء اللہ نہیں کہتے تھے)۔پس تیرے رب کی طرف سے اس (باغ) پر ایک گھومنے والا (عذاب) پھر گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے۔پس وہ (باغ) ایسا ہو گیا جیسے کاٹ دیا گیا ہو۔پس وہ صبح دم ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔کہ سویرے سویرے اپنے زرعی رقبہ پر پہنچو اگر تم فصل کاٹنے والے ہو۔پس وہ روانہ ہوئے اور آپس میں سرگوشیاں کرتے جاتے تھے۔کہ آج اس میں تمہارے مفاد کے خلاف ہرگز کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔وہ کسی کو کچھ نہ دینے کے منصوبے باندھتے ہوئے گئے۔پس جب انہوں نے اس کو دیکھا (تو) کہا کہ یقیناً

ہم تو مارے گئے۔ بلکہ ہم تو محروم (ہو گئے) ہیں۔ان میں سے بہترین شخص نے کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا پاک ہے ہمارا رب۔ یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔پس وہ ایک دوسرے پر ملامت کرتے ہوئے چلے۔ کہنے لگے وائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی سرکش تھے بعید نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ میں دے۔ یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی رغبت کرنے والے ہیں۔عذاب اسی طرح ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب یقیناً سب سے بڑا ہوگا۔کاش وہ جانتے۔''

(القلم آیات 18تا34)

توبہ نہ کرنے پر جزوی عذاب کا مختلف صورتوں میں ظہور

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں عبرت کے لئے گزشتہ قوموں اور بستیوں کی ہلاکت کی مثالیں دے کر توجہ دلائی ہے کہ جب وہ لوگ جزوی یا چھوٹے عذابوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے خوف اور بھوک وغیرہ کے مختلف عذابوں کے بعد انہیں آخری تباہ کن عذاب سے پکڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' اور اللہ ایک ایسی بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو بڑی پر امن اور مطمئن تھی۔اس کے پاس ہر طرف سے اس کا رزق بافراغت آتا تھا پھر اس (کے مکینوں) نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی تو اللہ نے انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا ان کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔اور یقیناً ان کے پاس انہیں میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔سو عذاب نے ان کو آ پکڑا جبکہ وہ ظلم کرنے والے تھے''۔

(سورۃ النحل آیت نمبر113,114)

وقتی توبہ پر عذاب کا ٹل جانا اور توبہ شکنی پر دوبارہ عذاب

قرآن شریف میں حضرت موسیٰؑ کو آنحضرت ﷺ سے اور مسلمانوں کو بنی اسرائیل سے مماثلت دی گئی ہے۔ان کی عہد شکنی اور عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

'' اور جب بھی ان پر عذاب نازل ہوتا ہے وہ کہتے ہیں اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے رب سے اس وعدہ کے نام پر جو اس نے تیرے ساتھ کیا دعا کر۔پس اگر تو نے ہم سے یہ عذاب ٹال دیا تو ہم ضرور تیری بات مان لیں گے اور ضرور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے۔پس جب ہم نے ان سے عذاب کو ایک معین مدت تک دور کر دیا جس تک انہیں بہر حال پہنچنا تھا تو اچانک وہ عہد شکنی کرنے لگے۔پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلا دیا تھا اور وہ ان سے غافل تھے''

(الاعراف آیت 135,137)

عذاب کی پیشگی اطلاع کے ساتھ کسی علامت کا خاص ہونا

قوم ثمود کے لئے حضرت صالحؑ کی طرف سے یہ علامت مقرر کی گئی کی اونٹنی کو گزند نہ پہنچائیں ورنہ عذاب آ پکڑے گا۔

وارننگ اور عارضی توبہ کے بعد عہد شکنی

وارننگ اور عارضی توبہ کے بعد عہد شکنیکی صورت میں آنیوالا عذاب پہلے سے بڑھ کر ہوتا ہے یعنی آخری غلبہ سے پہلے عذاب تدریجاً شدید سے شدید ہوتا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

'' اور ہم انہیں کوئی (روشن) نشان نہیں دکھاتے مگر وہ اپنے جیسے پہلے نشان سے بڑھ کر ہوتا تھا۔اور ہم نے انہیں عذاب کے ذریعہ پکڑا تا کہ وہ رجوع کریں۔اور انہوں نے کہا اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے رب سے وہ مانگ جس کا تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔ یقیناً ہم ہدایت پانے والے ہو جائیں گے۔پس ہم نے جب ان سے عذاب دور کر دیا تو معاً وہ بدعہدی کرنے لگے۔

(الزخرف 49,51)

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا کہ عذاب کے آثار دیکھ کر کفار نے قحط کا عذاب دیکھ کر دعا کی کہ'' اے ہمارے رب ہم سے یہ عذاب دور کر دے ہم یقیناً ایمان لے آئیں گے۔۔۔۔فرمایا ہم عذاب کو تھوڑی دیر کے لئے دور کر دیں گے پھر ضرور تم (اپنی باتوں کا) اعادہ کرنے والے ہو جس دن ہم پکڑیں گے بڑی سخت گرفت کریں گے ہم انتقام لینے والے ہیں۔''

(الدخان 13,16)

سچی توبہ اور استغفار کے نتیجہ میں عذاب ٹل جاتا ہے

تاریخ مذہب میں مکمل طور پر عذاب ٹل جانے کی منفرد مثال حضرت یونسؑ کی قوم کی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پس کیوں یونسؑ کی قوم کے سوا ایسی کوئی بستی والے نہیں ہوئے جو ایمان لائے ہوں اور جن کو ان کے ایمان نے فائدہ پہنچایا ہو جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے اس دنیوی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک مدت تک سامانِ معیشت عطا کئے۔'' (یونس99)

اس سارے پس منظر میں تکلیف دہ بات یہ ہے کہ سیلاب کو عذاب کہنے لکھنے والے لوگوں کے مقابلہ پر ایک دوسرا طبقہ عذاب کی اصطلاح کے حوالہ سے تاویل کرتے ہوئے یہ راگنی بھی الاپ رہا ہے کہ عذاب نبی کے بعد آتا ہے اور چونکہ نبی کا دعویدار موجود نہیں اس لئے یہ سیلاب کسی قدر عذاب نہیں کہلا سکتا۔حیرت ہے کہ یہ لوگ قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کرتے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 16 اور 59 کے یکجائی مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہر بستی پر عذاب آنا مقدر ہے اور رسول کی بعثت اور اتمام حجّت کے بغیر عذاب نہیں آتا عذاب کے لئے رسول کی موجودگی کوئی شرط نہیں بلکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کی نبی کی وفات کے بعد تک بھی عذاب کو مؤخر کر دیا جاتا ہے۔جسکا ذکر قبل ازیں عذاب کے بارہ میں قرآنی اصول نمبر 3 میں ذکر ہو چکا ہے۔قیامت تک کسی نبی یا عذاب کے آنے سے انکار نہ صرف مذکورہ قرآنی آیات (بنی اسرائیل 59,16) کے خلاف ہے بلکہ اس کا صاف مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک امت محمدیہ سے ناراض ہو گیا ہے اور وہ قرآن کے اصول کے مطابق اب انہیں اپنی رحمت سے حصہ نہیں دے گا کہ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب بھیج کر انہیں ڈرائے اور توبہ پر مائل کرے۔

ہمارے عوام کی اکثریت کو یہ شعور نہیں کہ عذاب الٰہی کب اور کیوں آتا ہے اور اس سے نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔کیونکہ جیسا کہ یہ کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ہے تو پھر اسے دور نہ کرنے کی صورت میں یہ عذاب تو اپنی مختلف صورتوں میں بار بار اور مسلسل ظاہر ہوا کرتا ہے اور ہو گا،اس لئے ہماری قوم کے لئے یہ لمحہ فکریہ بھی ہے اور المیہ بھی! دراصل تو یہ خدا کی طرف رجوع اور توبہ و استغفار کا وقت ہے۔

ایک تیسرا گروہ جن میں خدا خوفی کا مادہ نہیں یا کم ہے کسی ایسے غور و فکر میں پڑنے کی بجائے حالیہ آفات کو محض طبعی حادثات کہہ کر خاموش اور مطمئن ہو جاتے ہیں۔اس بارہ میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ طبعی حادثات ہوں یا عذاب الٰہی یہ سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں،اور وہ چاہے تو ان سے بچانے پر بھی قادر ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے حضور توبہ کر کے اسے راضی کیا جائے ورنہ وہ طبعی حالت کو ہی عذاب کے طور پر مسلّط فرما دیتا ہے۔

امام زمانہ حضرت بانی جماعت احمدیہ (وفات 1908ء) اور انتباہ عذاب!

حضرت بانی جماعت احمدیہ مسیح موعودؑ نے 1889ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی تکذیب کے نتیجہ میں مہلک عذابوں کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔''اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا۔(بنی اسرائیل آیت 16) یعنی ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول نہ بھیجیں اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہو گا۔یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے۔مَیں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔اے یورپ تُو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تُو بھی محفوظ نہیں۔اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔مَیں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد یگانہ ایک مُدّت سے خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دِکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے وہ وقت دُور نہیں۔مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے۔مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس مُلک کی نوبت بھی قریب آتی

جاتی ہے۔نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لوگے۔مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خُدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وُہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ''۔

(حقیقتہ الوحی 288,269)

(۱)'' دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے''

(اگست 1906)

(۲)''صحن میں ندیاں چلیں گی اور سخت زلزلے آئیں گے''

(الف)'' خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کی پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کیلئے مامور ہوں۔پس میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور یہ زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی ۔اور جیسا کہ امریکہ وغیرہ کے بہت حصے تباہ ہو چکے ہیں۔یہی گھڑی کسی دن یورپ کے لئے درپیش ہے اور پھر یہ ہولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر ایک حصہ ایشیا کے لئے مقدر ہے۔جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا''

اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہونا اتمام حجت کے لئے نبی کو لاتا ہے اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے اور سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کہ آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا

(بنی اسرائیل 16)

'' دنیا پر عذاب شدید نازل ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول آ گیا ہے۔

(تبلیغ رسالت جلد10 صفحہ130)

نبی آتا ہے عرشی قوم میں انعام کی صورت
پھر اس سے بے رُخی پہلو تہی مہنگی بھی پڑتی ہے

کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیلاب زدہ علاقوں کے لوگوں کا ہی کیا قصور؟ سو یاد رکھنا چاہیے کہ اتمام حجت کے بعد سب قوم ہی سزا کے لائق ہوتی ہے۔اور آٹے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔اور اس میں کیا شک ہے کہ بنی اسرائیل آیت 17 کے مطابق قوم کے بڑوں کی نافرمانی اور گناہ پوری قوم کو لے ڈوبتے ہیں۔

گزشتہ دہائیوں اور اور خصوصاً 28 مئی کو جماعت احمدیہ پر مظالم کے بارہ میں پوری قوم کی بے حسی قابل فکر رہی ہے

حکومت ہو ، عدالت ہو کہ ہوں ابلاغ کے ذریعے
کسی نے یہ نہ سوچا بے حسی مہنگی بھی پڑتی ہے

چنانچہ مسٹر آئی اے رحمان لکھتے ہیں'' احمدیوں کی مصیبتوں میں جس بات کا اضافہ ہوا اس میں یہ حقیقت بھی ہے۔کہ آزاد خیال مسلمانوں نے اس صورت حال کا نوٹس نہ لیا جو احمدیوں کے خلاف مشترکہ تحریکوں نے چلائی۔''(The News Lahore,june 6,2010)

ظالم مت بھولیں بالآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکّاروں پر مکر کی ہر بازی الٹائی جائے گی
پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی

☆......☆......☆......☆

تصحیح

رسالہ النور اکتوبر۔نومبر 2010 میں مضمون بعنوان'' حاجی احمد جی صاحبؓ '' صفحہ نمبر 39 میں درج ہے کہ حاجی احمد جی صاحبؓ 'حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313 صحابہؓ میں سے تھے۔یہ صحیح نہیں ہے۔ حاجی احمد جی صاحبؓ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مرتب کی جانے والی فہرست میں شامل نہیں ہیں لیکن آپؓ کو ابتدائی صحابہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔

(بحوالہ روحانی خزائن جلد11، ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ 324)

تبرّکات حضرت مصلح موعودؓ

بشریٰ بشیر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام جو پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم کیا گیا' حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ذاتِ گرامی میں بڑی وضاحت اور شان کے ساتھ پورا ہوا۔ اس پیشگوئی کے بے شمار پہلو تھے جو اپنے وقت پر حرف بحرف پورے ہوکر حضرت مسیح پاکؑ کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت مہیا کر گئے۔

خاکسار اِن مختصر اقتباسات میں آپؓ کے قرآنی بے مثال فہم و ادراک کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کرے گی جو پیشگوئی مصلح موعودؓ کے ایک درخشاں پہلو کا مظہر ہے

''وہ ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا''

یہ تھا اللہ تعالیٰ کا وعدہ جس کا یہ حصہ غور کے قابل ہے ''پُر کیا جائے گا'' یہ نہیں فرمایا گیا کہ وہ ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم حاصل کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والا صفات اپنی قدرت اور معجز نمائی سے اُس موعود فرزند کو ہر قسم کے دینی و دنیاوی کمالات سے مالا مال کردے گا۔ ایک دُنیا گواہ ہے کہ سکول کی مروّجہ تعلیم کے لحاظ سے میٹرک کا امتحان بھی آپ پاس نہ کر سکے بلکہ مڈل کلاس کی پڑھائی بھی آپ کی خرابی صحت اور آنکھوں کی مستقل تکلیف کی وجہ سے ناممکن ہوگئی۔ رہے دینی علوم تو اُسکے بارے میں آپ کا بیان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا میاں مَیں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتا جاتا ہوں آپ سُن لیا کریں۔ صحیح بخاری بھی آپ سے اسی طرح میں نے سنی۔ سو یہ تھی آپ کی دینی تعلیم!

جب اللہ تعالیٰ نے آپؓ پر تمام تر علوم وفضائل کے دروازے کھول دیئے تو آپ نے بفضلِ تعالیٰ عام علوم کے ماہرین کو چیلنج دیا کہ کسی بھی علم کا ماہر خاص اسلام کی تعلیم کے کسی بھی پہلو پر اعتراض کرے تو میں اُس کو قرآن مجید کی روشنی میں لاجواب کرسکتا ہوں چنانچہ تاریخ احمدیت اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی کوئی پادری یا کسی بھی علم کا ماہر آپ کے پاس آیا تو ہمیشہ لاجواب ہوا۔ آپ کی جلسہ سالانہ کے موقع پر تقاریر، کالجوں، یونیورسٹیوں، سیاسی اور مذہبی اجتماعات کے لیکچرز اس بات کے گواہ ہیں کہ سامعین حیرت زدہ اور مسحور ہوجاتے تھے۔ اسی طرح آپ کی سینکڑوں تصانیف بے بہا خزائن اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

ان صفحات میں صرف آپ کے قرآنی علم و فہم کا مختصر جائزہ تفسیرِ کبیر کی روشنی میں پیش کرنا مقصود ہے۔ تفسیر کبیر ایسا انمول خزانہ ہے جس کی تعریف الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ذیل میں سورۃ ''الفیل'' کی تفسیر کا خلاصہ بطور نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اسلئے کہ فی زمانہ جماعت احمدیہ کے مرد وزن، بچے اور جوان اس قدر مصروف ہیں (خصوصاً مغربی ممالک میں) کہ ایک غالب اکثریت کو ان خزائن کے اندر جھانکنے کی فرصت ہی نہیں۔ جن افرادِ جماعت کو ان بیش قیمت جواہرات کو دیکھنے کی توفیق ملی ہے وہ بھی ایک فیصد سے کم ہوں گے۔ ان اوراق میں یہ کوشش کی جائے گی کہ قارئین کو اسکی ایک جھلک دکھا کر اندازہ ہو سکے کہ کسقدر انمول ہیرے اور جواہرات تفسیرِ کبیر کی کان میں موجود ہیں جن سے ہم بے خبر اور غافل ہیں۔ اگر ہم ان سے استفادہ کریں تو ہمارے دینی علم میں بہت کچھ اضافہ ہوسکتا ہے نہ صرف یہی بلکہ قرآن ہر ایک سے محبت کا باعث ہوگا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اُسکے رسولؐ کی راہنمائی کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی توفیق ہوگی، انشاءاللہ۔

سورہ ''الفیل'' آخری دس سورتوں میں سے ایک ہے اور اسکا نمبر قرآن مجید کی سورۃ 105 ہے۔ اسکا خلاصہ پڑھ کر قارئین خود ہی اس بات کا اندازہ کرسکیں گے کہ کلام اللہ کا مرتبہ کس طرح اعجازی رنگ میں ظاہر ہوا۔

آپ رقمطراز ہیں:

’’حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے اسمٰعیل کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا۔ بظاہر ان کا ایک ویران جگہ پر چھوڑ دینا انکے قتل کے مترادف تھا۔ اس لئے کہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ وہ دونوں بھوکے اور پیاسے سسک سسک کر جان دے دیں۔ خدائے تعالیٰ نے ایک جنگل کو اس لئے چُنا کہ وہ علاقہ بیرونی دُنیا سے الگ دنیا کے تعیش سے محفوظ رہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ’’انسانیت کا جوہر‘‘ جیسے عرب میں قائم تھا کہ مکہ میں ایک ایسی قوم بسادے جو دلتمند اور عیش پرستی کی دُنیا میں سے الگ رہتے ہوئے انسانی جوہروں کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ یہ بھی تھا کہ آپ کو عرب کی قوم مل گئی جس نے قربانی اور ایثار کا وہ نمونہ دکھایا۔ جس کی مثال دُنیا کے پردہ پر نہیں مل سکتی۔ انہوں نے جس رنگ میں اپنی جانوں کی قربانی پیش کی وہ دُنیا کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔

بہر حال خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے ہوئے اور اپنی اولاد کو وہاں بساتے وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا جو دُنیا کا مرجع ہو جائے گا۔ جب انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کی کہ دُنیا کے چاروں طرف سے لوگ آئیں اور حج کریں، عبادت اور ذکر الٰہی کریں۔ تسبیح و تحمید کریں اور تیرا نام بلند کریں تو کیا انکو یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ لوگوں کو دُنیا کے چاروں جانب سے کھینچ لاتے؟ وہ تو خود اپنی بیوی اور بچے کو مرنے کیلئے چھوڑ گئے تھے۔ انہوں نے کسی اور کو کیا لانا تھا۔ مگر خدائے تعالیٰ نے مکہ کی آبادی کے کیسے سامان کئے اور انکی دعا کو کس حیرت انگیز رنگ میں پورا کیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس چلے گئے تو چند دنوں کے بعد پانی ختم ہو گیا اور حضرت اسمٰعیل پیاس کی شدّت سے تڑپنے لگے۔ ماں سے اپنے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ گئی تو انہوں نے صفا و مروہ کے چکر لگانے شروع کئے کہ شاید ادھر اُدھر کوئی آدمی نظر آجائے جو انکے لئے پانی کا انتظام کر دے یا پانی کا کچھ پتہ دے، مگر وہاں آدمی کہاں؟ آخر جب بہت بے تاب ہو گئیں تو بلند آواز سے کہا اے خُدا کے بندے تو جو کوئی بھی ہے میں تجھے قسم دیتی ہوں کہ اگر تجھے پانی کا پتہ ہے تو مجھے بتادے، میرا بچہ پیاسا مر رہا ہے۔ اسکے جواب میں اس کی آواز دینے والے نے کہا کہ ہاجرہ میں خدا کا فرشتہ ہوں جا اور دیکھ کہ خدا نے اسماعیل کے قدموں کے نیچے پانی کا ایک چشمہ پھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ آکر انہوں نے دیکھا کہ واقعہ میں زمین میں سے ایک چشمہ پھوٹ رہا ہے۔ یہی چشمہ ’’زمزم‘‘ کہلاتا ہے۔

جُرہم قبیلہ مکہ کے راستے یمن میں تجارت کیلئے جایا کرتا تھا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے اُن میں سے بعض مَر جاتے تھے۔ جب انہوں نے زمزم کا چشمہ دیکھا تو اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں ایک درمیانی پڑاؤ بنالیا جائے۔ چنانچہ جُرہم قبیلہ کے رئیس نے حضرت ہاجرہ سے درخواست کی کہ ہمیں یہاں بسنے کی اجازت دی جائے ہم یہاں آپ کی رعایا بن کر رہیں گے۔ حضرت ہاجرہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ نے اسی قبیلہ کی ایک لڑکی سے شادی کر لی۔ اُس زمانہ کے لحاظ سے یہ ناممکن تھا کہ مکہ ایک شہر بنے گا اور شہر بھی ایسا جو مرجع خلائق بنے گا اور پھر ہر دشمن کے حملہ سے محفوظ بھی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دُعائے ابراہیمی کو نہایت خارق عادت رنگ میں پورا فرمایا اور ایک ناممکن بات کو ممکن بنادیا۔ اس تمہید کے بعد آپ واقعہ اصحاب الفیل کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

خانہ کعبہ ایک نہایت سادہ سی عمارت تھی یعنی صرف ایک معمولی سا کمرہ اس لحاظ سے خانہ کعبہ کی اپنی ذات میں کوئی عزت نہ تھی اگر اسکو عزّت حاصل ہوئی تو صرف اسلئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسکی بنیادیں اٹھائیں تا کہ ’’موعودِ کل ادیان‘‘ ظاہر ہو کر اس سے تعلق پیدا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کے لئے ایک مقامِ اتحاد اور اقوامِ عالم کیلئے مرجع بنادیا۔ دراصل خانہ کعبہ کی بنیاد ہی اس لئے رکھی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت وہاں پر محمد رسول اللہ نے ظاہر ہونا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھتے وقت دعا کی تھی

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت

سے نوازا اور دو ہزار سال بعد ابرہہ نے آپؐ کی پیدائش سے 2 ماہ قبل خانہ کعبہ کو گرانے کیلئے مکہ پر حملہ کر دیا اور اُس وقت خدا یہ نشان دکھاتا ہے کہ وہ ابرہہ کے لشکر کو تباہ کر دیتا ہے۔ اتنی مُدّت تک کسی کو خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کا خیال نہ آنا اور اُس وقت آنا جب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے بتاتا ہے کہ اُس انسان کا ظہور ہونے والا ہے جو دعائے ابراہیمی کے ماتحت پیدا ہونے والا تھا۔ دعائے ابراہیمی میں صاف طور پر یہ الفاظ آتے ہیں کہ الٰہی تُو میری اولاد میں سے ایک ایسا انسان مبعوث کر جو دُنیا کو ہدایت دینے والا ہو اور ساتھ ہی یہ دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خانہ کعبہ کو محفوظ رکھے۔ یہ دونوں دعائیں اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت کے ماتحت ایک ہی وقت میں پوری ہوتی ہیں۔ محرّم میں خانہ کعبہ کو برباد کرنے والا دشمن اٹھتا ہے اور ربیع الاول میں وہ شخص پیدا ہو جاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں دعائے ابراہیمی کا مصداق ہوں مگر 22 سو سال تک نہ کسی نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا اور نہ ہی کسی نے دعائے ابراہیمی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیا یہ سب کچھ اتفاق ہے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو اتفاق کہا جا سکتا ہے اور نہ ابرہہ کے حملہ کو اتفاق کہا جا سکتا ہے بلکہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اسکے ازلی فیصلہ کے مطابق ہوا۔ پیشگوئی کا پورا ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ حالات قطعی طور پر مخالف تھے اور کوئی انسان محض اپنی عقل سے قیاس کر کے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ پیشگوئی پوری ہو جائے گی۔ مگر ناممکن حالات کو ممکن بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ (باقی آئندہ)

دارالامان ہے یہ۔ دارالامان رکھنا

قاضی محمد رشید صاحب حمیدیؔ

ضروری نوٹ: یہ نظم میرے والد محترم حضرت خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب (ریٹائرڈ C.G.O) سابق وکیل المال ثانی تحریک جدید ربوہ نے مؤرخہ 20 اگست 1947 کو پونا (انڈیا) سے قادیان بھجوائی تھی جو اخبار الفضل قادیان میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ کا تخلص حمیدی تھا۔ (خاکسار صالحہ قانتہ بھٹی اہلیہ مکرم رشید احمد بھٹی فلاڈلفیا، امریکہ۔)

دارلامان ہے یہ دارالامان رکھنا — احمدؐ کے تخت گاہ کا یاربّ دھیان رکھنا
مصئون ہر مصیبت سے ہو ترا خلیفہ — اپنی پناہ میں اسکو، ہر ایک آن رکھنا
شایانِ شان رحمت ہم سے سلوک کرنا — ہم پر نظر کرم کی اے مہربان رکھنا
تیری طرف نگاہیں مستنصرین کی ہیں — نَصْرٌ قَرِیْب کہہ کر تو شادمان رکھنا
شدّاد ہو کہ ہاماں نمرود ہو کہ فرعوں — ہم کو مقابل ان کے تُو کامران رکھنا
ایمان کی حرارت دل میں رہے ہمیشہ — بوڑھے بھی ہوں اگر ہم ہمت جوان رکھنا
ہم ناتواں ہیں ہرسُو خونخوار بھیڑیے ہیں — محفوظ بھیڑیوں سے اَے پاسبان رکھنا
مرنے کو تیری راہ میں تیار ہے حمیدیؔ — لیکن کڑا نہ یارَبّ تُو امتحان رکھنا

عذابِ الٰہی

جمیل احمد بٹ

28 مئی 2010 کو لاہور میں خدا کے دو گھروں میں اللہ کی عبادت کے لئے جمع ہونے والے نیک، پرہیزگار، سب سے محبت کرنے والے اور کسی کا برا نہ چاہنے والے احمدیوں کو ظلم اور بربریت کے ساتھ دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا۔ 86 پیارے وجود خدا کی راہ میں قربان ہوگئے اور 120 زخمی ہوئے۔ اس ظلم کی بہتوں نے مذمت کی لیکن اکثر نے لاتعلق رہ کر اس کی خاموش تائید کی اور کچھ نے اسے بھی خوشی کا ایک موقع جانا۔

یہ خون عبث نہ تھا بلکہ خدا کی راہ میں بہایا گیا تھا جسے خدا نے قبول فرمایا اور ابھی دو ماہ نہ گزرے تھے کہ اس کی تقدیر حرکت میں آگئی اور پورا ملک ایک ایسے طوفان کی زد میں آگیا جس کی کوئی مثال پہلے نہیں ملتی۔ اس سیلاب کی تباہ کاریوں کو 2004 کے سونامی، 2005 کے کشمیر کے زلزلے اور 2010 کے ہیٹی کے زلزلے سے ہونے والے مجموعی نقصان سے زائد شمار کیا گیا۔ جس کے ازالہ اور تباہ حال لوگوں کی مکمل معاشی اور معاشرتی بحالی میں ایک لمبا عرصہ لگے گا۔

سیلاب کی شدت

26 جولائی کو پشاور میں 24 گھنٹوں میں 10.7 انچ ریکارڈ بارش سے اس طوفانی سلسلے کا آغاز ہوا اور پھر آہستہ آہستہ پورا ملک اس کی لپیٹ میں آگیا اور اس پانی کے سمندر میں جا گرنے تک دو ماہ سے زائد عرصہ لوگ اس آفت کا شکار رہے۔ اس عرصہ میں سیلابی ریلوں کا سلسلہ یوں جاری رہا گویا آسمان پھٹ پڑا ہے اور زمین کے سوتے بھی۔ بھرے پرے شہروں کو 18 فٹ اونچے پانی کے ریلے گویا بہا کر لے گئے اور آباد گھر کیچڑ اور گارے کے ملبے میں بدل گئے۔ ہزارہا دیہاتوں، بیسیوں قصبوں کے ساتھ نوشہرہ، مظفر گڑھ، دادو اور ٹھٹھہ جیسے پرانے اور بڑے شہر اس سیلاب کی زد میں آئے اور خالی کرانے پڑے۔ ایک وقت میں اس سیلاب کا پھیلاؤ اتنا ہو گیا کہ پاکستان کے کل رقبہ کا پانچواں حصہ زیرِ آب آگیا۔

سیلاب سے نقصان

UNO کے ایک جائزہ کے مطابق اس سیلاب سے تقریباً دو ہزار افراد اپنی جان سے گئے اور 2 کروڑ دس لاکھ افراد متاثر اور بے گھر ہوئے۔ 17 ملین ایکڑ زرعی زمین زیرِ آب آگئی اور کھڑی فصلیں ضائع ہوگئیں۔ صرف کپاس کی 20 لاکھ گانٹھیں تباہ ہوئیں۔ ورلڈ فوڈ پروگرام (WPF) کی 23 ستمبر تک کی جائزہ رپورٹ کے مطابق 7 لاکھ رہائشی گھر مکمل طور پر تباہ ہوئے جبکہ 4 لاکھ ناقابل رہائش ہوگئے۔ 17600 اسکول اور 436 علاج کی سہولتیں تباہ ہوئیں۔ 2434 میل ہائی وے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی اور 12 لاکھ سے زائد جانور ہلاک ہوئے۔ ایشین ڈیویلپمنٹ بینک (ADB) کے جائزہ کے مطابق جانوروں، فصلوں، انفراسٹرکچر کے نقصانات کا محتاط اندازہ 69 بلین ڈالر ہے جبکہ معشیت پر اس کے مجموعی اثرات 43 بلین ڈالر کے بقدر۔

یہ سیلاب عذاب الٰہی تھا

بارشوں اور سیلاب کے اس سلسلہ اور ان کے نتیجہ میں ہونے والی تباہیوں کو میڈیا میں تاریخ کا بدترین سیلاب، ملک کی تاریخ کی سب سے بڑی آفت، موجودہ صدی کا سب سے تباہ کن سیلاب، قیامت صغریٰ، طوفان نوح اور عذاب الٰہی کہا گیا۔ دو کروڑ سے زائد پاکستانی جو اس آفت سے براہ راست متاثر ہوئے جن کی آبادیاں ان کی نگاہوں کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں جو اپنے تمام اثاثوں سے یکدم محروم ہوگئے۔ جن کے مال مویشی بھی اپنی جان سے گئے۔ جو صرف اپنی جان بچا کر کسی اونچی سطح پر تا حدِ نگاہ پانی کے درمیان محصور رہے اور جن کی زندگی کی ڈور کئی کئی دن اس امدادی سامان سے بندھی رہی جو ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ انہیں پہنچایا گیا، جو بے گھر ہو کر عورتوں اور بچوں کے ہمراہ

کسمپرسی کے عالم میں دور دراز واقع کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ جن میں سے بہتوں کی ایسی تصویریں آئے دن میڈیا پر دکھائی گئیں جن میں وہ چہروں پر بھوک سجائے حسرت و بے بسی کی تصویر بنے خالی برتن اٹھائے امدادی خوراک کی راہ تک رہے تھے یا ملنے والی ناکافی امداد کے پیچھے باہم دست و گریباں تھے۔ یہ سب اس بارے میں کوئی شک نہیں کر سکتے کہ یہ سیلاب جس کی گزشتہ نوے سال میں کوئی نظیر نہیں ملتی اور جو حیرت انگیز طور پر پہاڑوں پر بھی آیا اور جس میں بہنے والا پانی اس بارش سے زائد شمار ہوا جو محکمہ موسمیات کے ریکارڈ میں آسمان سے برسا صرف اور صرف عذاب الٰہی تھا۔

بظاہر طبعی اسباب

ہاں اس سیلاب کی پہنچ سے فی الوقت بچ جانے والوں میں سے بعض حضرات علمی موشگافیاں کر کے اسے عذاب کہنے سے کترا رہے ہیں اور باوجود اس اقرار کے کہ اس تباہی کی کوئی مثال نہیں اسے طبعی اسباب کے تحت قدرتی آفت کہنے پر مصر ہیں۔ بلاشبہ سب عذاب بظاہر طبعی اسباب کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ پانی کے ذریعہ آنیوالی وہ تباہیاں جنہیں قرآن کریم نے گزشتہ اقوام کے ذکر میں عذاب الٰہی شمار کیا ہے ان کے اسباب تو طبعی ہی تھے لیکن ان ظاہری اسباب کو متحرک کرنے کا باعث دیگر عوامل تھے جنہوں نے زندگی کا سامان کرنے والی عام بارشوں کو مسلسل برسنے والے پانی میں بدل دیا اور زمین سے بھی چشمے پھوٹ پڑے۔ (قمر:12-13) یا ساکن پانی کو ٹوٹے ہوئے بند کا (موجزن) سیلاب بنا دیا۔ (سبا:17) یا ایک راہ سے بخیریت گزر جانے والوں کی نگاہوں کے سامنے پیچھا کرنے والوں کو غرق کر دیا۔ (البقرہ:51)

پانی کے گزشتہ عذابوں کی وجوہات

یہ عوامل کیا تھے؟ قرآن کریم میں قوم نوح، قوم فرعون اور قوم سبا کی پانی کے ذریعہ ہلاکت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ان کے اس عذاب کا سزاوار ہونے کی درج ذیل سات وجوہات بھی مذکور ہیں:

1۔ نعمت نبوت کی ناشکری

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (سبا 34:17-18)

ترجمہ: پھر انہوں نے انحراف کیا تو ہم نے ان پر ٹوٹے ہوئے بند کا (موجزن) سیلاب بھیجا۔

یہ جزا ہم نے ان کو اس سبب سے دی کہ انہوں نے ناشکری کی اور کیا سخت ناشکرے کے سوا بھی ہم کسی کو ایسی جزا دیتے ہیں؟

2۔ خدا کے مامور سے تکبر کے ساتھ اعراض اور پہلو تہی

وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (نوح 71:8)

ترجمہ: (حضرت نوحؑ کی اللہ تعالیٰ سے فریاد) اور جب کبھی میں نے انہیں دعوت دی تا کہ تو انہیں بخش دے انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور بہت ضد کی اور بڑے استکبار سے کام لیا۔

3۔ الٰہی نشانات کی تکذیب اور ان سے غفلت

i- وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا (الاعراف:65)

ترجمہ: اورہم نے اسے (حضرت نوح کو) اوران کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے نجات دی اور انہیں غرق کردیا جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا تھا۔

ii- فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ

(الاعراف:137)

ترجمہ: پس ہم نے ان (آلِ فرعون) سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کردیا کیونکہ انہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے غافل تھے۔

4۔خدا کے مامور کی تکذیب، تذلیل اور تمسخر

i- كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ

(القمر 54: 10 اور 12)

ترجمہ: اس سے پہلے نوح کی قوم نے بھی جھٹلایا تھا پس انہوں نے ہمارے بندے کی تکذیب کی اور کہا کہ ایک مجنوں اور دھتکارا ہوا ہے۔ تب ہم نے مسلسل برسنے والے پانی کی صورت میں آسمان کے در کھول دیئے اور ہم نے زمین کو چشموں کی صورت میں پھاڑ دیا۔

ii- وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ

(ہود 11: 39)

ترجمہ: اور جب اس (نوح) کی قوم کے سرداروں کا اس پر گزر ہوا وہ اس سے تمسخر کرتے رہے۔

iii- قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

(الاعراف 7: 61)

ترجمہ: اور اس (نوح) کے سرداروں نے کہا ہم تو تجھے یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

iv- فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

(ہود 11: 28)

ترجمہ: پس اس (نوح) کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ ہم تو تجھے محض اپنا جیسا ہی ایک بشر دیکھتے ہیں۔

v- وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ

(ہود 11: 28)

ترجمہ: اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فوقیت نہیں سمجھتے اور تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں۔

5۔خدا کے مامور کی نافرمانی

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا

(المزمل 73: 17)

ترجمہ: پس فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے ایک سخت گرفت میں جکڑ لیا۔

6۔اہل ایمان کو حقیر اور اقلیت گردانا

i- مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ

(هود 28:11)

ترجمہ:(نوح کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنہوں کا کفر کیا کہا) کہ ہم اس کے سوا تجھے کچھ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے وہ بادی النظر میں ہمارے ذلیل ترین لوگ ہیں۔

ii- اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۶﴾

(شعرا 26:55-56)

ترجمہ:(فرعون نے کہا) یقیناً یہ لوگ ایک کم تعداد حقیر جماعت ہیں اور اس کے باوجود یہ ضرور ہمیں طیش دلا کر رہتے ہیں

7۔سرکشی، بغاوت اور زیادتی

i- وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ

(یونس 91:10)

ترجمہ:اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر پار اتار لائے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے بغاوت اور زیادتی سے کام لیتے ہوئے ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ اسے غرقابی نے آلیا۔

ii- وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۴﴾

(یونس 84:10)

ترجمہ:یقیناً فرعون زمین میں بہت سرکشی کرنے والا تھا اور یقیناً وہ حد سے گزر جانے والوں میں سے تھا۔

اب بھی یہی وجوہات ہیں

پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خادمِ خاص کی صورت بطور امام مہدی اور مسیح موعود مامور فرمایا۔جس طرح خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے آپ کی دعوت کو بھی اکثر نے قبول نہ کیا اور ہر طرح آپ کی مخالفت کی گئی حیرت انگیز طور پر اس مخالفت میں مذکورہ بالا سب رنگ شامل ہیں جس کی کسی قدر وضاحت درج ذیل ہے۔

i- آپ کی مخالفت میں نعمت نبوت سے انکار کو بطور دلیل پیش کیا گیا جبکہ نبوت کو قرآن کریم میں انعام فرمایا گیا ہے اور اس سے انحراف کرنا ناشکری اور ناشکری کو عذابِ سیلاب کا سزاوار۔

ii- آپ کی دعوت کو دلائل سے رد نہ کر سکنے کے سبب اعراض اور پہلوتہی کا راستہ اختیار کیا گیا اور عوام الناس کو یہی درس دیا گیا کہ وہ اس بارے میں کچھ جاننے کی کوشش نہ کریں۔احمدیوں سے دور رہیں اور کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔احمدیت کے بارے میں نہ کچھ پڑھیں اور نہ سنیں۔گویا وہی کیفیت ہوئی کہ کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور پہلو بچا لیا اور ضد اور تکبر کی راہ اپنائی گئی۔

iii- آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہزار ہا نشانات ظاہر فرمائے جن میں دعاؤں کی قبولیت، مخالفین کی ہلاکت، زلزلے اور طاعون نمایاں ہیں۔وہ نشانیاں جو آنے والے کے بارے

میں بتائی گئی تھیں سب آپ پر پوری اتریں۔ کسوف وخسوف ظاہر ہوا، علوم کے خزانے تقسیم ہوئے آپ کی ہزار ہا پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ ان سب نشانوں کو نظر انداز کر دیا گیا اور اس طرح عملاً الٰہی نشانوں کی تکذیب کی گئی اور ان سے غفلت برتی گئی۔

iv- آپ کی تکذیب کی گئی۔ آپ کی ذات کو ہنسی اور ٹھٹے کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ کی ذات پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے۔ آپ کی تحریرات کو من مانے معنی پہنا کر ان پر اعتراضات کئے گئے ان منفی انفرادی کوششوں کے ساتھ ایسے ادارے بھی وجود پائے گئے جنہوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا ہی آپ کی تکذیب اور تمسخر بنا لیا۔ اور پھر حکومتیں بھی در آئیں اور اب پاکستان میں سرکاری طور پر مسلمان اور اہل ایمان ہونے کا کوئی دعویٰ آپ کی تکذیب کے اعلان کے بغیر قبول نہیں ہوتا۔ اور یوں ساری آبادی بلا کسی ذاتی علم کے اس تکذیب میں فریق بن گئی ہے۔

v- آپ نے اپنے حکم وعدل کے منصب کے تحت تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا لیکن ان فیصلوں کو تسلیم نہ کیا گیا۔ آپ نے خدا سے علم پا کر نصیحت فرمائی کہ تلوار سے جہاد کے خیال کو ترک کر دیا جائے لیکن اس کی نافرمانی کی گئی۔

vi- جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی تاکید کے مطابق آپ کی دعوت کو قبول کیا ان کو حقیر گردانا گیا ان پر ظلم اور زیادتی کو روا رکھا گیا۔ ان کے حقوق کو برملا تلف کیا گیا اور پھر بالآخر انہیں سرکاری طور پر ''غیر مسلم'' اقلیت قرار دیا گیا۔

vii- آپ کی مخالفت کے جوش میں خدا تعالیٰ کی راہوں سے کھلی کھلی بغاوت اور سرکشی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے گھروں سے اللہ اور رسول کے ناموں کو بالجبر مٹایا گیا۔ اللہ اور رسول کا نام لینے کے جرم میں احمدیوں کو سزاؤں کا مستحق گردانا گیا۔ انہیں اللہ کی عبادت سے روکا گیا اور اس بغاوت اور سرکشی کو قانونی تحفظ مہیا کیا گیا۔

عذاب سے پہلے خبر

اللہ تعالیٰ کے فرستادہ بشیر اور نذیر ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب کو بھی اللہ نے فرمایا:

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 665)

اس الٰہی پروگرام کے تابع آپ کو ان زور آور حملوں سے اطلاع بھی دی گئی۔ جن سے اللہ کو آپ کی سچائی کا اظہار مقصود تھا۔ اس میں جہاں طاعون، زلزلے، جنگیں اور ہلاکتیں شامل تھیں وہیں سیلاب بھی تھے۔ جیسا کہ جولائی 1906 میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا:

''دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا۔'' (تذکرہ صفحہ 538)

پھر اگست 1906 میں الہام ہوا:

''صحن میں ندیاں چلیں گی۔'' (تذکرہ صفحہ 564)

آپ نے اپنے کلام میں بھی اس خبر کو دہرایا۔ دو حوالے درج ذیل ہیں:

i- میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 269)

ii- زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمین زیر و زبر ؎ وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 637)

اس شعر میں زلزلے کے بعد سیلاب کے آنے کا اشارہ خوب واضح ہے۔تقریباً ساٹھ سال پہلے 1951 میں جماعت کے دوسرے امام حضرت مصلح موعودؓ کو ایک بار پھر خبر دی گئی کہ ''سندھ سے پنجاب تک دونوں طرف متوازی نشان دکھاؤں گا۔'' (الفضل 29 مارچ 1951)

اس الہام کی وضاحت میں آپ نے فرمایا:

''اس الہام سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا بڑا نشان یا ایسے کئی نشانات ظاہر ہوں گے جو دریائے سندھ کے جنوبی علاقوں یا شمالی علاقوں میں عمومیت کے ساتھ وسیع اثر ڈالیں گے۔جس کے معنی یہ بھی بنتے ہیں شمالی اور جنوبی سندھ یا بلوچستان تک ان کا اثر جائے گا اور ادھر دریائے سندھ کے اس پار بھی یعنی ڈیرہ غازی خان، میانوالی کیمل پور اور صوبہ سرحد کے علاقوں تک اس کا اثر جائے گا یا ان علاقوں میں سے اکثر حصہ میں ان کا اثر پڑے گا۔دونوں طرف سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ خدانخواستہ اس سے کسی طوفان کی طرف اشارہ نہ ہو کیونکہ بظاہر دونوں طرف ظاہر ہونے والا نشان دریا کی طغیانی معلوم ہوتی ہے۔''

(رویأ وکشوف سیدنا محمود الہام نمبر 528 صفحہ 455)

عذابِ الٰہی کی اقسام

عذاب الٰہی کئی طرح نازل ہوتے رہے ہیں ایک وہ جن میں تمام کے تمام انکاری اور تمسخر کرنے والے ایک ہی بار اپنے انجام کو پہنچ گئے۔دوسرے وہ جن کا سلسلہ طویل ہوا ہے اور یہ شکلیں بدل بدل کر نہ ماننے والوں کو ڈراتے رہے ہیں۔اس کی وضاحت حضرت صاحب کے الفاظ میں یوں ہے:

''حضرت موسیٰ کی تکذیب کی وجہ سے مصر کے ملک پر طرح طرح کی آفات نازل ہوئیں۔جوئیں برسیں، مینڈکیں برسیں، خون برسا اور عام قحط پڑا.....تمام مصریوں کے پلوٹھے بچے مارے گئے۔''

(حقیقة الوحی روحانی خزائن صفحہ 166-165)

حضرت عیسیٰؑ کی تکذیب کرنے اور آپ کو صلیب سے قتل کرنے کی کوشش کرنے والے یہودیوں پر اول بار چالیس برس بعد طیطوس رومی کے ہاتھوں عذاب آیا جس میں ہزار ہا یہودی قتل کئے گئے۔اور طاعون بھی پڑی۔کئی صدیاں پہلے بھی بنی اسرائیل بخت نصر کے ہاتھوں عذاب کا شکار ہوئے۔اور اس صدی میں اُن کا یہ عذاب پھر دُہرایا گیا۔

عذاب الٰہی میں تدریج

بار بار آنے والے عذابوں کا ایک پہلوان کا ہر بار پہلے بڑھ کر ہونا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

(السجدہ:22)

ترجمہ: اور ہم یقیناً بڑے عذاب سے ورے چھوٹے عذاب میں سے کچھ چکھائیں گے تاکہ ہو سکے تو وہ (ہدایت کی طرف) لوٹ آئیں۔

سیلاب سے تباہیاں نئی نہیں لیکن بتدریج یہ تباہی بڑھ رہی ہے۔1973 میں جب بڑے سیلاب آئے تو ان کے بارے میں شورش کشمیری نے اپنے رسالہ چٹان میں لکھا:

''سیلاب نے آدھے سے زیادہ پنجاب کو تاراج کر دیا حقیقت یہ ہے کہ سیلاب کے ہاتھوں اتنی بڑی تباہی پچھلی نصف صدی میں دیکھی نہ سنی ---- ہزاروں دیہات ڈوب گئے۔کئی ہزار انسان لقمہ اجل ہو گئے کروڑوں روپے کی املاک تباہ ہو گئی۔--۔املاک کی تباہی کا تعین ناممکن ہے جو اسی قیامت صغریٰ کا بدیہی نتیجہ ہے۔''

(بحوالہ لاہور 30اگست 1976)

پھر 1975 میں طوفانی بارشیں اور خطرناک سیلاب آئے تو اخباروں نے لکھا:

''سرکاری اعداد و شمار کے مطابق حالیہ سیلاب سے اب تک دس ہزار کے قریب دیہات متاثر ہوئے ہیں جبکہ 1973 میں 6632---دیہات متاثر ہوئے تھے حالیہ سیلاب سے متاثرین کی تعداد پچاس لاکھ سے بھی زائد ہے جبکہ 1975 میں اٹھارہ لاکھ افراد متاثر ہوئے تھے۔''

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور 20 اگست 1976)

ہفت روزہ المنبر نے اس سیلاب کو عذاب خداوندی لکھا اور یہ بھی کہ ''ہماری اس سے بڑھ کر اور بدقسمتی کیا ہوگی کہ ہم عذاب کو عذاب نہیں سمجھ رہے۔''

(المنبرلائلپور 26 اگست 1976)

ہفت روزہ چٹان نے اعتراف کیا:

''یہ صحیح ہے کہ اب کے بارش نے سب ریکارڈ مات کر دیئے''

(ہفت روزہ چٹان16 اگست 1976)

South Asia Flood (SAF) اور International Disaster Database کی رپورٹس کے مطابق پاکستان میں 1977 میں سیلاب سے 848 افراد ہلاک ہوئے اور 17 بلین روپے کا نقصان ہوا۔1992 میں سیلاب سے 1334 افراد ہلاک ہوئے ، 50 بلین روپے کا نقصان اور ایک کروڑ کے قریب افراد متاثر ہوئے۔2005 میں سیلاب سے متاثرین کی تعداد70 لاکھ رہی لیکن اس سال زلزلہ بھی آیا۔اوراب2010 کی سیلابی تباہی گزشتہ تمام تباہیوں سے آگے بڑھ گئی ہے۔

ائمۃ الکفر کی باری؟

اللہ کے مامورین سے ٹکرانے والے بڑے مخالفین کا انجام دوطرح سے ہوتا آیا ہے۔کچھ جلد اوران کے سامنے اپنے بدانجام کو پہنچ جاتے ہیں۔فرعون اوراس کے لشکر کی غرقابی حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھیوں کے سامنے ہوئی۔غزوہ بدر میں بڑے بڑے کفار مکہ کھیت رہے اور حضرت مسیح موعود کے بعض نامی مخالف آپ کی زندگی میں ناکام رہ کر فوت ہوگئے۔دین حق کے دشمن پنڈت لیکھرام ہندوستان میں اور الیگزینڈر ڈوئی امریکہ میں آپ کی پیشگوئیوں کے تحت ہلاک ہوئے۔انجام آتھم میں آپ نے ۵۲ مخالفین کو دعوت مباہلہ دی۔دس سال بعد1907 میں حقیقۃ الوحی میں آپ نے ذکر فرمایا کہ ان میں سے اب صرف20 زندہ ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ اللہ ظالم کی رسی دراز کر دیتا ہے مثلاً جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب سے قتل کرنا چاہا وہ سب بچ گئے اور پہلا عذاب اس واقعہ کے چالیس سال بعد ان کی اولادوں پر آیا جب طیطوس رومی کے ہاتھوں یہودی قتل ہوئے۔

حضرت مسیح موعود نے اس بارے میں یہ اصول بیان فرمایا ہے:

''سنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ جب کوئی خدا کی طرف سے آتا ہے اوراس کی تکذیب کی جاتی ہے تو طرح طرح کی آفتیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں جن میں اکثر ایسے لوگ پکڑے جاتے ہیں جن کا اس تکذیب سے کچھ تعلق نہیں پھر رفتہ رفتہ ائمۃ الکفر پکڑے جاتے ہیں اور سب سے آخر بڑے شریروں کا وقت آتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 166)

احمدی متاثرین؟

ایمان لانے والے نمایاں طور پر عذاب سے بچائے جاتے ہیں۔ہاں کسی قدر نقصان ان کا بھی ہوسکتا ہے جس کی غرض ان کے درجات کی بلندی ہوتا ہے۔ان جنگوں میں جو کفار مکہ پر بطور عذاب تھیں اور جن میں بڑے بڑے مخالف لقمہ اجل ہوگئے کئی مومن بھی شہید وزخمی ہوئے اوراس سے جہاں انہیں شہادت کا مقام عطا ہوا وہیں ان اعلیٰ نیکیوں کا بھی اظہار ہوا جو ان حالات میں ہی ممکن تھیں اسی طرح وہ سیلاب جس سے اخبار جنگ 2 ستمبر 2010 کے ایک مضمون کے مطابق ملک کے 79 اضلاع متاثر ہوئے ان میں سے صرف سات اضلاع میں قریباً500 سے زائد احمدی گھرانوں کو بھی اس آزمائش سے گزرنا پڑا جس کے نتیجہ میں درج ذیل مثبت پہلو کھل کر اجاگر ہوئے:

1۔کسی احمدی کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

2۔بیشتر مقامات پر قیمتی سامان اور جانوروں کی حفاظت کا انتظام بروقت ہوگیا۔

3۔تمام احمدی بہ حفاظت دیگر احمدیوں/رشتہ داروں کے پاس یا ربوہ منتقل ہوگئے جہاں ان کی ضروریات کا خیال رکھا گیا۔

4۔ڈیرہ غازی خان ضلع میں مکمل طور پر پانی کی نظر ہوجانے والی آبادیوں بستی رنداں اور بستی سہرانی میں جماعت کی بیوت الذکر اور مربی ہاؤس کی عمارتیں قائم رہیں جن میں افراد اور سامان کی منتقلی ہوئی۔ضلع راجن پور کی بستی عزیز آباد کے رہنے والے احمدی محفوظ رہے جبکہ سیلابی ریلے نے اردگرد کافی تباہی مچائی۔

5۔اپنے متاثر بھائیوں کی ہر طرح دیکھ بھال کے لئے نظام جماعت متحرک رہا۔پانی سے گھری ہوئی خطرناک جگہوں پر بھی احمدی نوجوان ڈیوٹیاں دیتے رہے جبکہ ان کے لئے کشتیوں کے ذریعہ خوراک کا انتظام کیا گیا۔

عذاب سے بچنے کی قرآنی راہ

قرآن کریم میں بطور اصول فرمایا گیا ہے کہ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

(الانفال : 34)

ترجمہ:اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں سزا دے جبکہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں۔

یعنی گناہوں کی معافی چاہنا اور غلط کاموں چھوڑ کر راہ راست پر چلنا عذاب کو ٹال دیتا ہے۔وہ طبعی قوانین جنہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر حوادث کا باعث کرتی ہے واپس خیر و برکت کا سامان ہو جاتے ہیں یہی وہ بات تھی جو حضرت نوحؑ اپنی قوم کو سمجھاتے رہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝
وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝

(نوح: 11-13)

ترجمہ:پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش طلب کرو یقیناً وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر لگا تار برسنے والا بادل بھیجے گا اور وہ اموال اور اولاد کے ساتھ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے لئے باغات بنائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

یعنی اگر وہ ایمان لاتے تو وہی بارش جس نے انہیں ڈبویا ان کی ترقی اور خوشحالی کی نوید ہوتی۔پس انکار نہ کرنا اور پھر اس ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ بجالانا ہی وہ راستہ ہے جو عذاب کو انعام میں بدلتا ہے اسی راہ کی طرف اس زمانے میں خدا کے فرستادہ نے توجہ دلائی آپ نے جہاں سیلاب کا انداز فرمایا وہیں اس سے بچنے کی یہ راہ بھی بتائی

ہے سر راہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں گو بڑا گرداب ہے

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 637)

آپ کو اللہ نے حضرت نوحؑ کے ہمرنگ یہ حکم دیا

اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے کشتی بنا

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد20،صفحہ 6 اور 9)

آپ نے جب کتاب کشتی نوح تحریر فرمائی تو اس کے سرورق پر یہ الہام درج فرمایا اور اس کتاب میں قرآن وسنت کی بیان فرمودہ اس تعلیم کو دہرایا جو ماننے اور عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کا وارث کرسکتی ہے۔اس کشتی نوح کے سرورق پر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت بھی درج فرمائی جو اس باب میں گویا حرف آخر ہے کہ:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ

(نساء 148:4)

ترجمہ:اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟

عذابِ الٰہی اور قرآنِ مجید

لطف الرحمٰن محمود

قرآن مجید میں عذاب کا ذکر

قرآن کریم میں ایمان اور کفر کا ذکر کیا گیا ہے۔شکر اور کفرانِ نعمت پر بات کی گئی ہے۔اخلاقِ حسنہ اور عاداتِ سیّہ کا ذکر بھی مختلف پیرائے میں موجود ہے اسی طرح عذاب وثواب کے موضوع کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔بہت سے قارئین یہ جان کر حیران ہوجائیں گے کہ عذاب کا لفظ قرآن مجید میں 320 مرتبہ وارد ہوا ہے۔یادرہے کہ عذاب کا لفظ دوحوالوں سے آیا ہے۔دنیا میں عذاب اور آخرت میں عذاب۔قرآن مجید اعداد وشمار کے حوالے سے بھی ایک اعجازی شان کی حامل کتاب ہے۔ان دونوں قسم کے عذابوں کے ذکر پر مشتمل آیات تقریباً برابر تعداد میں موجود ہیں۔عذاب کے حوالے سے درج ذیل قرآنی تراکیب بھی سامنے آتی ہیں:

عذاب عظیم' عذابِ الیم' عذابِ شدید' عذاب کبیر' عذابِ مہین وغیرہ۔عذاب' عذاب ہی ہوتا ہے۔ان تراکیب پرغور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باریک فرق کے حوالے سے معارف کے خزانے انہی آیات کے سیاق وسباق میں موجود ہیں۔مختصر سے مضمون میں اس قسم کے تجزیہ کی گنجائش نہیں۔اس کثرت سے عذاب کا ذکر کرنے کا مقصد نصیحت وتلقین اور تنبیہ وانذار ہی ہے۔یعنی جو قومیں عذاب الٰہی کا شکار ہوکر نشانہءعبرت بن چکی ہیں ان کے واقعات سے عبرت حاصل کی جائے۔ان بداعمال وافعال سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کی جائے جن کے ارتکاب نے اُنہیں عذاب کا مستوجب بنادیا۔یہ نکتہ بھی اس موضوع کے بار بار سامنے لانے کی حکمت میں شامل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں عذاب دینے پر قادر ہے تو آخرت میں بھی احتساب پر قادر ہے بلکہ بروزِ حشر محاسبہ کرنا زیادہ آسان ہے کیونکہ اگلے جہان میں انسان کیلئے فرار کی وہ سب راہیں مسدود ہیں جو یہاں کھلی ہیں۔

لاکھوں انبیاء کی گواہی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہے اور خاص طور پر وہ انبیاء ومرسلین جو اِن مغضوب علیہم اور ملعون قوموں کی طرف مبعوث ہوئے اور جن کی تکذیب و توہین نے عذاب کی شکل میں اُنہیں نیست و نابود کردیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اُن کا ذکر فرمایا ہے۔اہلِ ایمان کیلئے یہ واقعات اُمید کی کرن بھی ہیں کہ الٰہی فرستادوں کو ماننے والے بے کس اور بے بس تو ہوسکتے ہیں مگر لاوارث نہیں۔ظالموں کا محاسبہ کرنے والا حیّ وقیوم اور قادر وتوانا خدا موجود ہے۔

عذاب کی قسمیں اور اس کا شکار ہونے والی بعض قومیں

قرآن کریم کے مطالعہ سے دنیوی عذاب کی بعض قسموں کا علم ہوتا ہے۔قرآن مجید نے اس مقصد کیلئے مختلف الفاظ استعمال فرمائے ہیں مثلاً رجـفـة (زلزلہ)، صیحة (خوفناک آواز)،صاعقة (بجلی کڑک)،طاغیه (بجلی کا گرنا)،ریحِ صَـرٍ صَـرٍ (تیز طوفانی ہوا)۔ان کے علاوہ پانی کا عذاب (سیلاب) نیز آتش فشانی عمل کے نتیجے میں جلتے ہوئے پتھروں کا برسنا عربی زبان کے ماہرین کی رائے ہے۔مندرجہ بالا الفاظ کے اپنے اپنے معانی بھی ہیں مگر کسی علامت کے اشتراک کی وجہ سے زلزلہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔مثلاً ثمود جو زلزلہ سے تباہ کئے گئے ان کیلئے قرآن مجید نے رجفہ، صاعقہ اور طاغیہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔عذاب کی بعض اور کیفیات بھی ہیں۔اُس کا ذکر بھی اپنے اپنے مقام پر کیا جائے گا۔اس مرحلہ پر عاجز' آیاتِ قرآنی کی روشنی میں' عذاب کی ان اقسام سے متاثر ہونے والی قوموں کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔انہی اقوام وقبائل کے لوگ اس طویل داستانِ عبرت کے تانے بانے ہیں۔

قومِ نوحؑ

سب سے پہلے طوفانِ نوحؑ کے عذاب کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔قرآن مجید

کے علاوہ تورات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے بلکہ محققین کا خیال ہے کسی نہ کسی رنگ میں دنیا کے قدیم ماٰخذ ومنابع میں اس کا ذکر مل جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کی تکذیب وتوہین کے بعد اللہ تعالیٰ نے منکروں کو غرق کر دیا مگر ان کے سچے متبعین کو حضرت نوحؑ کے سفینے میں جگہ دے کر نجات بخشی۔ یہ سیلاب موجودہ عراق اور ترکی کے علاقوں میں آیا۔ سفینۂ نوحؑ کوہ ارارات (جودی) پر جا کر رُکا۔ جو انہی علاقوں کا کوہستانی سلسلہ ہے۔

قومِ عاد

طوفانِ نوح میں بچ جانے والوں میں سے عاد کی نسل چلی اور پھلی پھولی مگر افسوس کہ ان لوگوں نے طوفان کے عبرت ناک سبق کو فراموش کر دیا۔ یہ لوگ عرب کے جنوبی علاقے میں آباد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے حضرت ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔ سورۃ الاعراف میں بھی اس قوم کا ذکر ہے مگر سورۃ الشعراء کی آیات 124 سے 142 میں مزید تفصیل موجود ہے۔ عذابِ الٰہی نے اُنہیں اس طرح نیست ونابود کیا کہ وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا کی مہران کی منحوس یاد پر اب بھی ثبت ہے (سورۃ الاعراف آیت 73)۔

قومِ ثمود

حضرت صالحؑ کی قوم کا نام ہے۔ اُن کے دارالحکومت کا نام حجر تھا۔ یہ قوم مدینہ کے شمال میں واقع پہاڑی علاقے میں آباد تھی۔ PETRA کے قدیم شہر میں پہاڑوں میں کھود کر بنائے جانے والے بعض مکانات کے آثار اب بھی محفوظ ہیں۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک علامت کے طور پر مقرر کر دیا۔ مگر ان ظالموں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ اونٹنی کو ہلاک کرنے کے بعد وہ حضرت صالحؑ اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے پر تُل گئے۔ شوخی میں یہاں تک کہہ دیا کہ اگر سچے نبی ہو تو وہ عذاب ہم پر لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے دھمکاتے رہے ہو۔ چنانچہ زلزلے نے اس ظالم قوم کو تباہ کر دیا۔ قومِ ثمود کا ذکر قرآن مجید کی 14 سورتوں کی 30 آیات میں وارد ہوا ہے۔

قومِ لوطؑ

یہ قوم موجودہ فلسطین واسرائیل میں آباد تھی۔ سدوم اور گمورا ان کے بڑے مراکز تھے۔ حضرت لوطؑ عراق سے آکر اُن میں رہنے لگے۔ مقامی لوگوں نے اُنہیں ہمیشہ اجنبی اور غیر ہی سمجھا ان کیلئے حضرت لوطؑ کی سچی ہمدردی اور خیر خواہی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت لوطؑ کو ''ان کا بھائی'' کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ (سورۃ الشعراء آیت 162)

جنسی بے راہروی اور ڈاکہ زنی ان کے دو نمایاں جرائم تھے۔ حضرت لوطؑ نے مقدور بھر تبلیغ ونصیحت کی مگر یہ ظالم ٹس سے مَس نہ ہوئے بلکہ حضرت لوطؑ کی پاکیزگی اور طہارت کا مذاق اُڑاتے رہے۔ ایک خوفناک آتش فشانی عمل نے اُس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ جلتے ہوئے پتھر ان پر برسائے گئے۔ سدوم اور گمورا کا نام ونشان مٹ گیا۔

اہلِ مدین

اُنہیں ''اصحاب الایکہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی گھنے درختوں کے جھنڈ میں رہنے والے۔ اصحاب الایکہ کا قرآن مجید میں چار مرتبہ ذکر موجود ہے۔ سورۃ الشعراء کی آیات 177 تا 192 کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیبؑ کو ان کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا گیا۔ یہ لوگ تجارت میں فراڈ کرتے تھے اور لین دین میں ڈنڈی مارنا ان کا معمول تھا۔ قوم لوطؑ کی طرح یہ لوگ ڈاکے بھی ڈالتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ مدین/اصحاب الایکہ کو تباہ کرنے والے عذاب کی نوعیت واضح نہیں فرمائی۔ عجیب بات ہے کہ اس عذاب کو ''انتقامِ ربّانی'' قرار دیا ہے۔ یعنی اپنے مُرسل و مامور کے انکار واستہزاء کی سزا کو اپنا ''انتقام'' قرار دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر اسی کیفیت کی ترجمانی کرتا ہے ؎

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

آلِ فرعون

مصر کی اس سرکش قوم کے بادشاہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ کی۔ ان کے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ نے معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ نے نشانات اور معجزات سے بھی حق وصداقت کی تائید کی مگر فرعون کی طرف سے انکار پر انکار اور میدانِ دلائل سے فرار پر اصرار جاری رہا۔ انجام کار، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی آنکھوں

کے سامنے فرعون کے لاؤ لشکر کو پانی کی لہروں میں غرق کر دیا۔ بلکہ فرعون کے جسدِ خاکی کو آنے والی نسلوں کیلئے نشانِ عبرت کے طور پر محفوظ کر دیا۔

قومِ تُبَّع

اس قوم کا مختصر سا ذکر سورۃ الدّخان کی آیت 38 میں وارد ہوا ہے۔ بعض مفسرین نے تُبّع کا تعلق یمن سے جوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حمیر خاندان کے ایک بادشاہ نے اپنا نام تُبّع رکھ لیا۔ جو حبشی زبان میں ''سلطان'' یا بادشاہ کا متبادل ہے۔ اسی خاندان کے ایک بادشاہ ذُونواس نے' کئی صدیاں بعدؔ اپنے ملک کے عیسائیوں پر بڑا ظلم کیا۔ سورۃ البروج کی آیات 5 میں اسی بادشاہ کے سفّاک فوجیوں کو ''اصحاب الأخدود'' کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ تُبّع کو تباہ کرنے والے عذاب کی نوعیت بیان نہیں فرمائی۔ اُن کی ہلاکت و بربادی کا ذکر کیا ہے۔ یمن میں آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل ایک اور قوم کو پانی کے عذاب یعنی سیلاب سے تباہ کیا گیا۔ وہ لوگ اپنے علاقے کی زرخیزی' زرعی معیشت اور انجینئرنگ پر نازاں تھے۔ انہوں نے اس زمانے میں ایک بہت بڑا ڈیم بنایا۔ تاریخ میں وہ معارب ڈیم کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ نے معارب ڈیم کی لمبائی 2 میل اور اونچائی 120 فٹ بیان فرمائی ہے۔

(The Holy Quran__ English Translation and Short Commentary, صفحہ872 ایڈیشن 2002)

اس قوم کو تکبر اور گناہوں میں غرق ہونے کی سزا اس طرح دی گئی کہ معارب ڈیم ٹوٹ گیا اور سب ظالم اس میں غرق ہو گئے۔ باغات اور کھیت اُجڑ گئے۔ کڑوے پھل دینے والی جڑی بُوٹیاں ماتم کرنے کیلئے باقی رہ گئیں۔

(ملاحظہ فرمائیے سورۃ سبا آیات 17,16)

یہ چند مشہور مثالیں کافی ہیں۔ خدا لگتی کہیئے کیا یہ معمولی باتیں ہیں۔ غالبؔ نے ایک عظیم الشان سچائی کی گواہی دی ہے ؏

ملّتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

ان قوموں کی تباہی اور بربادی کے واقعات قرآن مجید کا حصہ ہیں اور ازدیادِ ایمان کا باعث ہیں۔ یہ واقعات قرآن حکیم میں درسِ عبرت کیلئے بیان کئے گئے ہیں نہ کہ دل کو جھوٹی تسلی دینے کی خاطر، امکانِ عذاب کے انکار کے لئے!

عذابِ الٰہی کے محرّکات و اسباب اور اُس سے بچنے کا طریق

دُنیا میں محض اختلافِ عقاید کی وجہ سے عذاب نازل نہیں ہوتا۔ سب سے بڑا گناہ، شرک ہے اور اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا بیٹا تجویز کرنا اور اُسے تختِ اُلوہیت پر براجمان کرنا اُس سے بھی بڑا گُناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ کی ابنیت اور الوہیت کے غلط عقیدے کو اتنا بڑا گناہ قرار دیا کہ قریب ہے کہ اس سے زمین پھٹ کر تہہ و بالا ہو جائے۔ مگر سینٹ پال کے وقت سے یعنی دو ہزار سال سے اس کی تبلیغ و ترویج ہو رہی ہے مگر زمین اسی طرح نظامِ شمسی کا حصہ ہے۔ ٹوٹ پھوٹ تو ہوتی رہتی ہے یہ سیارہ اب بھی گردش کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غلط عقیدوں کی وجہ سے عذاب مسلّط نہیں کیا جاتا۔ اختلافِ عقاید کا فیصلہ آخرت میں ہوگا۔

عذاب اس وقت آتا ہے جب منکرینِ صداقت' شوخی' بے باکی' ظلم' تشدّد اور استبداد کی سب حدیں پار کر جاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی گرفت ہوتی ہے۔ اور جب گرفت ہوتی ہے تو سب چالاکیاں، عیاریاں اور تیاریاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کا یہی طریق ہے کہ انسان دینی معاملات میں شوخی، شرارت، بے باکی اور گستاخی سے بچے۔ انبیاء و مرسلین اور مامورین کی توہین اور تضحیک سے مجتنب رہے۔ کتمانِ حق سے کام نہ لے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں پر بہتان نہ باندھے۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ ہم نے پرانے زمانوں کے انبیاء اور مرسلین کا زمانہ تو نہیں دیکھا۔ صرف اُن مقدسین کے حالات پڑھے ہیں۔ عہدِ حاضر کے مامور حضرت مسیح موعود و مہدی علیہ السلام کی زیارت سے محروم رہے ہیں مگر حضور کے خلفائے عظام اور بہت سے صحابہ کرام کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ دکھ کی بات ہے کہ امام آخر الزمانؑ کے ساتھ مخالفوں نے وہی ظالمانہ سلوک روا رکھا ہے اور روا رکھا جا رہا ہے۔ حضورؑ کی عبارتیں توڑ مروڑ کر پیش کی جاتی ہیں۔ حضورؑ اور جماعت کے خلاف بہتان تراشی کا سلسلہ جاری ہے علمائے دین اس قسم کی افترا پردازیوں کو خدمتِ دین، جہاد اور عظیم دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ زرد صحافت اُن کے ساتھ ہے۔ اسی طرح گناہ کے ارتکاب پر فخر کرنا اور اُچھل اُچھل کر اس کی تشہیر کرنا اور دوسروں کو اُن گناہوں کی تحریک کرنا اور اس حوالے سے خدا اور رسولؐ

کا مذاق اُڑانا اور ارکانِ دین سے تمسخر کرنا۔ یہ سب کچھ شوخی اور بے باکی کے ذیل میں آتا ہے۔ ان جرائم کی انتہاء پر بھی بسا اوقات اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آجاتا ہے اور گستاخوں اور بے باکوں کی پکڑ ہوتی ہے۔ شعائر اللہ کی توہین یا اُس کا ارادہ وعزم بھی بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔ یمن میں حکومت حبشہ کا وائسرائے، ابرہہ 570ء یا 571ء میں کعبہ کو منہدم کرنے کیلئے ایک فوج کے ساتھ مکّہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس ناپاک اقدام سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی فوج کو تباہ و برباد کردیا۔ مردار خور گدھوں اور اسی قسم کے پرندوں نے ابرہہ کے فوجیوں کی لاشوں کو نوچ نوچ کر اُن کے ڈھانچے بھوسے کی طرح کردیئے۔ اس عبرت ناک واقعے کے حوالے سے عربوں نے اس سال کا نام ہی ''عام الفیل'' رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص مقامات اور اپنے پاک بندوں کے لئے، جنہیں وہ شعائر اللہ کا مقام دے دیتا ہے۔ غیر معمولی غیرت کا اظہار کرتا ہے۔

انعاماتِ الٰہی اور آسمانی برکات وحسنات سے وافر حصہ پانے اور انجام بخیر کے لئے صحیح عقاید، اعمالِ صالحہ اور ایصالِ خیر کی ضرورت ہوتی ہے عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے گناہوں سے توبۃ النصوح اور شیطان کی القاء کی ہوئی بے باکی اور گستاخی سے بچنا لازم وملزوم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

عذابِ الٰہی کی بعض اور شکلیں

اللہ تعالیٰ جس رنگ میں چاہے عذاب دے سکتا ہے۔ عذاب کی جس شکل کا میں اب حوالہ دینے چلا ہوں، اس رنگ میں اس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ تورات، انجیل اور قرآن مجید میں اس کے اشارات موجود ہیں۔ اس عذاب میں اللہ تعالیٰ مغضوب اور معتوب قوم پر اس کے دشمن مسلّط کر کے سزا دلواتا ہے۔ اقبالؔ نے اس عذاب الٰہی کا ذکر درج ذیل مصرعہ میں کیا ہے

اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

کبھی کبھار اللہ تعالیٰ ان ''نشتروں'' کو اہلِ ایمان یا مدعیان ایمان کی بدکردار اور گناہ گار نسل کو عذاب دینے کے لئے سامنے لاتا ہے۔ اس عذاب کی مثالیں ہمیں بنی اسرائیل کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں اور تاریخِ اسلام میں بھی۔

یروشلم میں ہیکل سلیمانی کی مثال لے لیجئے۔ یہ بنی اسرائیل کا مقدس ترین مقام تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ کی زندگی میں ایک خیمہ کی شکل میں اس کی ابتدا ہوئی اور حضرت سلیمانؑ کے عہد میں ہزاروں کاریگروں نے سالہا سال کی محنت کے بعد اس عمارت کو مکمل کیا۔ مگر بابل کے بادشاہ نبوکدنضر (Nebuchadnezzar) نے 607 قبل مسیح میں ہیکل سلیمانی اور یروشلم کے تمام مکانات نذر آتش کر دیئے۔ بنی اسرائیل کے بادشاہ زیدکیہ کے سامنے اس کے تمام بیٹوں کو قتل کروایا اور اس کے معًا بعد باپ کی آنکھیں نکلوا دیں اور قتل وغارت کے بعد یہود کو قیدی بنا کر بابل لے گیا۔ نبوکدنضر اپنے زمانے کا چنگیز تھا جو ''نشتر'' کے طور پر استعمال ہوا۔ اس کے ایک عرصہ بعد ذوالقرنین، جنابِ سائرس نے یہود کو غلامی سے نجات دلوائی۔ یروشلم کو آباد کیا اور ہیکل سلیمانی دوبارہ ایک مقامی یہودی حکمران Herod نے تعمیر کروایا۔ اس کے جانشین نے بھی یہ کام جاری رکھا۔ مجموعی طور پر 46 سال کی تعمیر و تزئین کے بعد یہ عمارت مکمل ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہیکل کی یہ عظیم عمارت موجود تھی۔ مگر یہود کے علمائے خاصہ اور ان کے زیر اثر عام لوگوں نے اپنے مسیح موعود کا انکار کیا بلکہ اُسے عدالتوں میں کھینچا اور اُس کے قتل کے منصوبے بنائے اور اُسے صلیب پر مارنا چاہا۔ ان بداعمالیوں کے نتیجے میں بدقسمت قوم ایک بار پھر عذاب کی مستحق ٹھہری۔ اس بار ''نشتر'' قیصرِ روم تھا جس کے جرنیل طیطس (Titus) نے 70ء میں یروشلم کو نیست و نابود کردیا۔ ہزاروں شہری قتل کردیئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہیکل سلیمانی کو منہدم کردیا گیا۔ انجیل متی باب 24 آیات 2،1)۔ عمارت میں موجود اکثر تبرکات تباہ کردیئے گئے۔ سونے کے بنے ہوئے برتن اور دیگر اشیاء روم منتقل کردی گئیں۔ اس واقعہ پر تقریباً دو ہزار سال بیت چکے ہیں۔ ہیکل سلیمانی کی صرف ایک بیرونی دیوار، دیوارِ گریہ (Wailing Wall) رونے دھونے کے لئے باقی ہے! قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں ان دو بغاوتوں کے نتیجے میں ان بربادیوں کا ذکر کیا گیا ہے:

سورۃ بنی اسرائیل آیت 5، سورۃ البقرۃ آیت 260 میں قرآن مجید نے بھی حضرت داؤدؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بنی اسرائیل کو قبل از وقت متنبّہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے سورۃ المائدہ آیت 79۔ مسلمانوں نے جب بدقسمتی سے عملاً قرآن کریم کو مہجور کے طور پر چھوڑ دیا تو اُن کی ننگی پیٹھ پر بھی

عذابِ الٰہی کا یہ کوڑا برسا۔ 1492ء میں سقوطِ غرناطہ کے وقت چشمِ مسلم کو یہ منظر بھی دیکھنا پڑا کہ سپین پر صدیوں حکومت کرنے والے مسلمانوں کے آخری بادشاہ عبداللہ (جسے مغربی مصنّف بُوعبدل لکھتے ہیں) نے اپنے ہاتھ سے شہر کی کلید عیسائی فاتح کو پیش کی، جس نے بہت بڑی صلیب اپنی فتح کی یاد میں محل پر آویزاں کردی ؏

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیلؑ

اس سانحہ کے بعد کی کہانی کتابوں میں محفوظ ہے۔ عیسائی فاتحین نے مسلمانوں کی تعمیر کردہ عمارتیں تباہ نہیں کیں۔ مسجدیں گرجوں میں تبدیل کردی گئیں۔ محلات میں خود رہنے لگے۔ البتہ مسلمان چن چن کر قتل کئے گئے یا جلاوطن کردیئے گئے۔ جو وہیں رہنا چاہتے تھے وہ مرتد ہوگئے! ہزاروں کی تعداد میں قرآن کو جلایا گیا۔ اس سے قبل 1258ء میں، ہلاکو خان نے سلطنتِ اسلامیہ کے دارالحکومت بغداد کو تباہ کردیا۔ مساجد، محلات، قلعوں، بازاروں اور کتب خانوں کو نیست و نابود کردیا گیا۔ عباسی خلیفہء وقت کو شہید کردیا گیا۔ مورخین نے اٹھارہ سے بیس لاکھ مسلمان مقتولوں کی تعداد بتائی ہے۔ ہماری تاریخ تو یوں لگتا ہے سقوطوں سے بھری پڑی ہے۔ سقوطِ دہلی 1857ء، سقوطِ ڈھاکہ 1971ء، سقوطِ کابل 1979۔ ان واقعات اور اُن کے نتائج کو عذاب کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ میں تاریخ کا مطالعہ بڑے اشتیاق اور انہماک سے کرتا ہوں مگر ڈرتا اور گھبراتا بھی ہوں کیونکہ تاریخ کو اپنے آپ کو دُہرانے کی بری عادت پڑ چکی ہے۔

عذابِ الٰہی کی مستقبل کے حوالے سے ایک اور ممکنہ شکل بھی ہے۔ یعنی ایٹمی حملے کی شکل میں تباہی اور بربادی۔ اگرچہ تاریخ انسانی میں صرف دو مرتبہ انسانی آبادی پر ایٹم بم گرایا گیا ہے۔ 1945ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملہ جاپان کو سرنڈر پر مجبور کرنے کے لئے کیا گیا۔ اُس وقت کا ایٹم بم تو ایک چھوٹا سا ''بچہ جمورا'' تھا۔ ایٹم بم کے ''نئے ایڈیشن'' تو اُس کے مقابلے میں بہت زیادہ خطرناک اور تباہ کُن ہیں۔ بلکہ اب جوہری ہتھیاروں کی بعض اور زیادہ مہلک قسمیں بھی تیار کرلی گئی ہیں۔ اب تک سات اقوام اس ''ایٹمی کلب'' میں شامل ہیں۔ بعض اور ممالک بھی یہ صلاحیت حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ ایک لحاظ سے اجتماعی ''خودکُشی'' کی آرزو اور تیاری ہے۔ خدانخواستہ اگر ایٹمی جنگ چھڑ جائے تو پہلے دُنیا کا نقشہ اور جغرافیہ بدلے گا اُس کے بعد اُس کی تاریخ۔ انسانی آبادی کے اعداد و شمار میں بھی ردّ و بدل واقع ہوگا۔ باقی ممالک تو شاید ایٹمی جنگ سے گُریز کریں۔ برصغیر پاک و ہند میں حقیقی خطرہ موجود ہے۔ تین ہمسائے ایٹمی اثاثوں سے لیس ہیں۔ اڑھائی بلین انسانوں کی آبادی حیات و ممات کے ترازو سے لٹکی ہوئی ہے!!

سورۃ الھمزہ کی آیات 5 تا 10 میں ایٹم بم میں مقیّد مشروم نما آگ کی تباہی اور تاب کاری کا اشارہ موجود ہے۔

عذاب کی ایک اور ''پُرامن'' شکل پانی کے ڈیم ہیں۔ جو خدانخواستہ زلزلہ یا کسی اور زمینی یا قدرتی آفت سے ٹوٹ سکتے ہیں یا حالتِ جنگ میں فضائی حملوں کے نتیجے میں اس قسم کے حادثے ہوسکتے ہیں اُس صورت میں آنے والا سیلِ بے پناہ، طوفانِ نوحؑ کی شکل اختیار کرلے گا۔ یمن کے معارب ڈیم کی تباہی کا ذکر او پر گزر چکا ہے۔ قرآن مجید نے اس سیلاب کو ''سَیْلَ الْعَرِمِ'' تند و تیز سیلاب کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ (سورۃ سبا آیت 17)

قرآن کریم کا یہ اسلوب بھی ہے کہ ماضی کے بعض واقعات کو پیشگوئی کے رنگ میں بیان کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے برصغیر پاک و ہند میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح محمدیؑ کے طور پر مبعوث فرمایا مگر اہلِ وطن نے اس مامور کی تکذیب کی۔ خاص طور پر مسلمان کہلانے والوں نے سب سے بڑھ کر نفرت اور حقارت کا سلوک کیا۔ عذابِ الٰہی کے سامان تو پہلے سے موجود ہیں۔ قدرتی طور پر موجود ''فالٹ لائن''، مذہبی اور علاقائی عداوتیں، لاینحل سیاسی مسئلے، ایٹمی اثاثے، پانی کے ڈیم اور مامورِ زمانہ کی تکذیب و توہین کا ماحول اور عذاب کی مستحق قوم بھی ہے ؎

آگ ہے، اولادِ ابراہیمؑ ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

عذابِ الٰہی کے منکروں کی نفسیات

انبیاء اور الٰہی فرستادوں کا انکار کرنے والے لوگ متکبر اور مغرور ہوتے ہیں جنہیں اپنے علم، مال، اولاد، خاندان، حسب نسب، دنیوی وجاہت اور سیاسی جتھوں اور حلیفوں پر ناز ہوتا ہے۔ ان عارضی اور فانی ''اثاثوں'' پر بھروسہ کرکے اولیاء الرحمٰن سے گستاخیاں کرتے ہیں اور اس شوخی میں یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ

خدائے قادر کے تقدّس پر حملے کرتے ہیں اور عذاب کے مسلّط کئے جانے کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ یا تو عذاب کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں یا تھوڑی سی مہلت ملنے پر، ان کی باقیات اس قسم کی گستاخیوں میں مزید بڑھ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ نرمی یا تاخیر اس وجہ سے درپیش آتی ہے کہ شدید اور الیم عذاب مقدر ہو چکا ہوتا ہے جو ان کا تعاقب کر رہا ہوتا ہے۔ مگر ایسے لوگ اپنے دلوں کو جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں اور دوسروں کی گھبراہٹ دُور کرنے کے لئے خود ساختہ ڈھکوسلوں کا سہارا لیتے ہیں۔ بلکہ خود کو مقبولانِ الٰہی کی صف میں شُمار کرتے ہیں۔

پاکستان کے حالیہ سیلاب کو میڈیا کے بعض عناصر نے ''سُپر سیلاب'' کا نام دیا۔ یہ اصطلاح کسی احمدی نے نہیں گھڑی۔ اس سیلاب میں جانی اور عام مالی نقصان کے علاوہ ہزاروں مکانوں کا انہدام، مویشیوں کی غرقابی، فصلوں کی بربادی، اس حالت میں بھی چوروں کا کشتیوں میں سوار ہو کر لُوٹ مار کرنا، سیلابی پانی کا بعض نشیبی مقامات پر ٹھہر جانا، پیٹ اور جلدی بیماریوں کا پھیل جانا، بیرونی امداد میں کمی، موصول ہونے والی امداد کی تقسیم میں بددیانتی یا غلطی بھی اس سیلاب کے بعض مایوس کُن پہلو ہیں۔ جاپان نے سیلاب زدگان کے لئے پھلوں کی پیٹیاں بھیجیں۔ وہ ''شاہینوں کے شہر'' سرگودہا میں فروخت ہوتی رہیں۔ سعودی عرب سے جو امدادی سامان بھیجا گیا وہ پشاور کی مارکیٹوں میں بکتا ہوا نظر آیا۔ اس پر سعودی حکومت نے سرکاری طور پر حکومتِ پاکستان سے احتجاج کیا۔ بعض کوتاہ نظر آئمۃ التکفیر نے یہ کہا ہے کہ چونکہ ہم نے قادیانیوں کا مکمل طور پر صفایا نہیں کیا اس لئے یہ ''عذاب'' آیا ہے۔ ایسے خُود سروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی سخت تقدیر نازل ہوتی ہے۔ انشاء اللہ وہ وقت بھی آئے گا جب خداوند قادر و قیوم اپنے نذیر کی تائید زوردار حملوں سے کرے گا۔

2010 کے سیلاب یا 2005 کے زلزلے کو ''عذاب'' کہنے سے گُریز کرنے والے لوگ ''نسیم حجازی سنڈروم'' سے بیمار ہیں۔ یہ ایک نفسیاتی عارضہ ہے۔ قوم کے افراد کے دل و دماغ میں بات ٹھونس دی گئی ہے کہ وہ دُنیا کی افضل ترین قوم ہیں۔ وہ ''اقبال کے شاہین'' یعنی ہٹلر کے ''سُپر مین'' کی ٹائپ کی مافوق الفطرت عظیم ترین ''آرین نسل'' ہیں۔ جنہیں کُرّہ ٔ ارض کی تمام قوموں کو بزورِ شمشیر مغلوب کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے' وہ ہرفن مولا ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں وہ سب کے امام ہیں۔ دُنیا کی کوئی قوم اُن کے IQ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ دُنیا کے کسی بھی میدان میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ بھلا ایسی قوم کا عذاب عتاب سے کیا تعلق؟ یہی وجہ ہے کہ اس قوم کے دانش ور ''عذاب'' کے لئے نئے نام وضع کرتے رہتے ہیں مثلاً حالیہ سیلاب کو ''آزمائش''، ''ابتلا'' اور چیلنج قرار دیا گیا جس سے دنیا کو قوم کی مخفی استعدادوں کا علم ہوگا۔ دُنیا کو واقعی سرگودہا اور پشاور کے بازاروں کے حوالے سے بعض خوبیوں کا علم ہو چکا ہے!! ایک عرصے سے ملک و قوم پر اقبالؔ کا یہ شعر چسپاں ہے ؎

ردائے دین و ملّت پارہ پارہ
قبائے ملک و دولت چاک در چاک

مگر نسیم حجازی سنڈروم قوم کے رگ و ریشہ پر مسلّط ہے!! اس نفسیاتی کیفیت کے زیرِ اثر محاسبۂ نفس اور احساسِ زیاں کی نوبت نہیں آسکتی!

فرقانِ حمید نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے۔ اس تمیز کی استعداد سعید اور رشید انسانوں کی فطرتِ صحیحہ میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ البتہ راستے کے انتخاب کے لئے سب آزاد ہیں۔ چاہیں تو اصحاب الایکہ' اصحاب الحجر' یا اصحاب الفیل کے نصیب سے حصہ لیں یا پھر اُن اصحاب الرسولؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں جنہیں اُن کے ربِّ جلیل نے قرآن مجید میں، ہی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا تمغۂ اعزاز عطا فرمایا ہے۔ یا رَبِّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ (آمین)

مومن قدم بڑھا کے ہٹاتے نہیں کبھی
ان کو قضا کے تیر ڈراتے نہیں کبھی
مردانہ وار بڑھتے ہیں سینہ سپر کئے
غازی عدو کو پیٹھ دکھاتے نہیں کبھی
بڑھتے چلو کہ منزلِ مقصد قریب ہے

بڑھتے چلو کہ نصرتِ حق ہے تمہارے ساتھ
اپنے خدا کا ہاتھ دکھا دو خدائی کو
جنت کے دَر کھلے ہیں شہیدوں کے واسطے
رحمت خدا کی آئے گی خود پیشوائی کو
بڑھتے چلو کہ منزلِ مقصد قریب ہے

(منظوم کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا)

مجھے رونا ہے

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان

arshimalik50@hotmail.com

ضبط پر اب نہیں تیّار ، مجھے رونا ہے
دل ہے آمادۂ تکرار ، مجھے رونا ہے

مرے مولا مرے دلدار ، مجھے رونا ہے
مرغِ بسمل ہے دلِ زار ، مجھے رونا ہے

ضبط ایسا تھا کہ خلوت میں بھی آنسو نہ بہے
آج لیکن سرِ بازار ، مجھے رونا ہے

زخم ناسور بنے جاتے ہیں گھُٹ کر دل میں
یہ تو اچھے نہیں آثار ، مجھے رونا ہے

جتنی مانی گئی ناصح تری ، مانی میں نے
آج مت روک اے غم خوار ، مجھے رونا ہے

صرف اک حرفِ تسلی کی لگا دے مرہم
اور کچھ بھی نہیں درکار ، مجھے رونا ہے

جب سے سیلاب میں مسمار مکاں دیکھے ہیں
یاد آیا دل مسمار ، مجھے رونا ہے

ہائے وہ اشک کہ جو چشمِ خلافت سے بہے
یہ وہی اشک ہیں ، سرکار ، مجھے رونا ہے

عالمِ جذب میں خاموش مسیحا بولا
دیکھ لو شوکتِ للکار ، مجھے رونا ہے

اہلِ حق سے یہ تمسخر کسے راس آیا ہے
یہ ہیں شیروں کے چھُپے غار مجھے رونا ہے

کچھ بھی ترکش میں نہیں اپنے بجز تیرِ دعا
نہ کوئی توپ نہ تلوار مجھے رونا ہے

اب تو سیلاب ہی دھوئیں گے لہو کے دھبے
ہائے وہ خون کی بوچھاڑ مجھے رونا ہے

فصلِ برسات ہے دریاؤں میں طغیانی ہے
کوئی کشتی ہے نہ پتوار ، مجھے رونا ہے

قوم ڈوبی ، نہ مگر شرم سے لیڈر ڈوبے
ہے وہی شوخئِ گفتار ، مجھے رونا ہے

میں کہ ہر زخم کو شعروں میں پرو دیتی تھی
شعر کہنا ہوا دشوار ، مجھے رونا ہے

لفظ گونگے ، ہوئے اظہارِ بیاں سے عاری
کھو گئی طاقتِ گفتار مجھے رونا ہے

بھول پاتی نہیں دل کو وہ قیامت کالی
ماتمی ہیں در و دیوار ، مجھے رونا ہے

میں کہ انسان کی عظمت پہ یقیں رکھتی تھی
کرچیاں ہیں مرے افکار مجھے رونا ہے

وہ جو خوں رنگ تھے اخبار ، چھپا رکھے ہیں
جب بھی پڑھنا ہے وہ اخبار ، مجھے رونا ہے

یاد آتی ہیں جنازوں کی قطاریں پیہم
دل پہ پھر غم کی ہے یلغار ، مجھے رونا ہے

خشک سالی سے تو پتھر بھی چٹخ جاتے ہیں
ہے شکستہ دلِ لاچار ، مجھے رونا ہے

خوب رو لے ترے در پر تو بہل جاتا ہے
بس یہی دل کا ہے تہوار، مجھے رونا ہے

آ قریب اور قریب اور قریب اور قریب
لگ کے سینے سے ترے یار ، مجھے رونا ہے

صبر مشکل ہے بہت دل کا سکوں ہے رونا
کھل کے اے لذتِ آزار ، مجھے رونا ہے

میرے سینے میں غموں کے ہیں الاؤ روشن
میری آنکھوں میں ہے منجدھار ، مجھے رونا ہے

آپ بیتی ہیں یہ اشعار کہ جگ بیتی ہیں
کیا مجھے اس سے سروکار ، مجھے رونا ہے

اشک روکے تو پڑیں دل میں دراڑیں پیارو
ریزہ ریزہ ہوا کہسار ، مجھے رونا ہے

میرے اشعار مرے دل کی ہیں قاشیں عرشیؔ
یہ نہیں غوغائے بے کار ، مجھے رونا ہے

دنیا بہت ہی بے وفا اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اکثر دلوں پر حُبِّ دنیا کا گرد بیٹھا ہوا ہے۔ خدا اس گرد کو اٹھاوے۔ خدا اس ظلمت کو دور کرے۔ دنیا بہت ہی بے وفا اور انسان بہت ہی بے بنیاد ہے۔ مگر غفلت کی سخت تاریکیوں نے اکثر لوگوں کو اصلیت کے سمجھنے سے محروم رکھا ہے۔۔۔ خداوند کریم سے یہی تمنا ہے کہ اپنے عاجز بندوں کی کامل طور پر دستگیری کرے اور جیسے انہوں نے اپنے گزشتہ زمانہ میں طرح طرح کے زخم اٹھائے ہیں، ویسا ہی ان کو مرہم عطا فرماوے اور ان کو ذلیل اور رسوا کرے جنہوں نے نور کو تاریکی اور تاریکی کو نور سمجھ لیا ہے اور جن کی شوخی حد سے زیادہ بڑھ گئی اور نیز ان لوگوں کو بھی نادم اور منفعل کرے جنہوں نے حضرت احدیت کی توجہ کو جو عین اپنے وقت پر ہوئی غنیمت نہیں سمجھا اور اس کا شکر ادا نہیں کیا۔ بلکہ جاہلوں کی طرح شک میں پڑے۔ سو اگر اس عاجز کی فریادیں ربّ العرش تک پہنچ گئی ہیں تو وہ زمانہ کچھ دور نہیں جو نور محمدی اس زمانے کے اندھیروں پر ظاہر ہو اور الٰہی طاقتیں اپنے عجائبات دکھلائیں''۔

(بحوالہ سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ صفحہ 551)

صبر و رضاء کا پیکر۔ میری امی جان

طیبہ منصور چیمہ اہلیہ منصور احمد چیمہ صاحب۔ لندن

میری پیاری امی جان مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم صوفی نذیر احمد صاحب 14 جولائی 2010ء کو اس دار فانی سے رخصت ہو کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

میری پیاری امی جان کو ہم سے جدا ہوئے دو ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا ہے اور آج بھی یقین نہیں آتا کہ وہ پیارا وجود ہمارے درمیان نہیں رہا جن کی دعائیں ہمارے لئے امرت کا کام دیتی تھیں۔ جن کی دعائیں ہمیں مختلف پریشانیوں سے بچا لیتی تھیں۔ میری امی ایک وفا شعار بیوی، ایک بہترین ماں اور ایک مثالی ساس تھیں۔ جب وہ خدا کے حضور حاضر ہوئیں تو ان کے خاوند ان سے پوری طرح راضی تھے اور خوش تھے اور ساری عمر کی ان کی وفاداری کی شہادت دیتے تھے اور ان کے بچوں نے یہ گواہی دی کہ وہ ایسی ماں تھیں جن کے قدموں سے جنت ملا کرتی ہے۔ جن کی بہوؤں نے بتایا کہ انہوں نے ہمیشہ ہمیں ماں کا پیار دیا اور ہمیں ہمیشہ اپنی بیٹیاں سمجھا۔ جن کی وفات پر دامادوں کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ وہ اپنے پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی بہترین دوست تھیں۔ ان کے دلوں کی باتیں سمجھنے والی اور بہترین مشورے دینے والی، ان کی کامیابیوں پر بے انتہا خوش ہونے والی اور دعاؤں کا خزانہ ان کی بڑی امی جان ان کو غمگین کر گئیں ہیں۔

میری امی جان نے اپنی ساری زندگی بے انتہا صبر و رضاء اور دعاؤں کے ساتھ گزاری۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اپنے بچوں کے لئے بے انتہا محنت اور مشقت کے ساتھ بسر کی۔ انہیں لیکن اپنے بچوں کو کچھ بنا دینے کا جنون کی حد تک شوق تھا اور انہیں دین کے رنگ میں رنگین کرنے کی لگن تھی۔ مجھے اپنا بچپن آج بھی یاد آ رہا ہے جب ہماری امی جان اور ہم چھ بہن بھائیوں اور تعلیم کی غرض سے آئے ہوئے متعدد رشتہ دار بچوں کے ساتھ ربوہ میں رہتی تھیں جبکہ ہمارے ابا جان ہماری دوسری والدہ کے ساتھ محمد آباد سندھ میں رہتے تھے اور وہاں کاروبار کرتے تھے۔ میری امی جان مجھے بتایا کرتی تھیں کہ جب تم ایک سال کی تھی تو تمہارے بڑے بھائی محمد جلال شمس نے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا تھا۔ اس وقت ہماری امی جان ہم بہن بھائیوں کو ہماری دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت کے لئے ابو جان سے اجازت لے کر مرکز سلسلہ ربوہ میں لے آئی تھیں اور پھر انتہائی صبر سے دعاؤں کے سہارے خدا کے فضلوں کے ساتھ مردانہ وار حالات کا مقابلہ کیا۔ امی جان کہا کرتی تھیں کہ ہمارے خاندان میں احمدیت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ اور ان کی بیگم کے حسن سلوک کی وجہ سے میری والدہ صاحبہ اور میرے قابل احترام بڑے بھائی محمد نذیر صاحب کی وساطت سے آئی۔ احمدیت کی یہ نعمت مجھے ان سے ملی۔ امی کے بڑے بھائی کی کوئی اولاد نہ تھی اور وہ جوانی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کی اولاد میں سے واقف زندگی پیدا ہوں۔ اس لئے کہا کرتی تھیں کہ میں ان کی اور اپنی خواہش پر اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہتی تھی اور یہی وہ جذبہ تھا جو بالآخر انہیں ربوہ لے آیا جہاں بس صرف اور صرف خدا کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اپنی سجدہ گاہیں اپنے خدا کے حضور تر رکھتے ہوئے انتہائی کم پیسوں میں بہت ہی سلیقے کے ساتھ گھر کو چلانا اور انتہائی وقار کے ساتھ ربوہ کے معززین سے لے کر انتہائی غرباء تک سب سے بے انتہا خوش اخلاقی سے ملنا ان کا شعار تھا اور اللہ کے فضل سے ربوہ میں بہت ہی عزت پائی۔ اس وقت بھی لوگ مثالیں دیا کرتے تھے کہ اکیلی بچوں کی بہت اچھی تربیت کر رہی ہیں۔ امی بتایا کرتی تھیں کہ جب تمہارے بڑے بھائی جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت میر داؤد احمد صاحبؒ کا دور تھا۔ ایک دن انہوں نے امی جان سے پوچھا کہ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ آپ گھر میں بچے

کی صحیح نگرانی کرسکتی ہیں؟ کیونکہ بعض اوقات ماں، باپ دونوں کے ہوتے ہوئے بھی بعض بچوں کے بگڑنے کی شکایات آتی ہیں۔امی کہتی ہیں کہ میں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے بڑے یقین سے کہا'' میر صاحب! مجھے اپنے خدا پر کامل یقین ہے کہ میں محض خدا کے فضل سے بچے کی صحیح نگرانی کرسکتی ہوں''۔اور بعد کے حالات نے بتادیا کہ واقعی ایک ماں نے اپنے مولا پر کامل توکل کرتے ہوئے اور اسی یقین کامل کے سہارے جامعہ کے پرنسپل صاحب سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کر دکھایا اور پھر وہی طالبعلم حضرت میر صاحب کا بڑا پسندیدہ طالبعلم بن گیا اور زندگی کے آخری لمحات تک وہ اسے ایک بیٹے کا درجہ دیتے رہے۔وہ کہا کرتے تھے کہ جلال شمس کی طرف سے مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔اس کی والدہ اس کی بہت اچھی نگرانی کرتی ہیں۔اور یہ حقیقت ہے کہ امی نے ہمیں زندگی کے بہترین اسلوب سکھائے۔میرے بھائیوں کو شام کے بعد گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ہاں اگر جماعتی کاموں میں دیر ہوجاتی تو اعتراض نہ کرتیں بلکہ خوشی کا اظہار کرتیں۔کھانے پینے سے لے کر چلنے پھرنے تک کا سلیقہ سکھایا۔کہا کرتی تھیں کہ ننگے سر اور ننگے پیر نہیں پھرنا چاہیئے کہ انسان جاہل لگتا ہے۔

انتہائی پریشانی کے وقت میں ان کی سجدوں میں صرف اور صرف اپنے ربّ کے حضور آہ وزاریاں آج بھی مجھے یاد ہیں۔پھر اپنے بچوں کے امتحان کے زمانے میں راتوں کو ان کے ساتھ جاگنا یوں لگتا تھا جیسے ہماری ماں کو آرام اور سکون سے کوئی مطلب ہی نہیں،سونے سے دلچسپی ہی نہیں۔اگر بچہ پڑھائی کی وجہ سے پریشان ہے تو کتاب پکڑ پکڑ کر اس کی ہمت بندھاتیں اور خود سجدے میں گر جاتیں کہ خدایا میں نے تو اس بچے کو وقف کیا۔اب تو اس بچے کے ذہن کو خود روشن کردے اور اس کا سینہ کھول دے۔امی اس درد سے اپنے اور جماعت کے بچوں کے لئے دعائیں کرتیں کہ انسان حیران رہ جاتا۔اس کا تذکرہ ہماری ایک عزیزہ نے بھی کیا جو ایک دفعہ ہمارے گھر کچھ دیر قیام کی غرض سے آئی تھیں۔وہ بتاتی ہیں کہ ایک رات میں نہایت رقت آمیز آواز سے ڈر کر اٹھی تو کیا دیکھتی ہوں کہ پھوپھی جی ایک کونے میں جائے نماز بچھا کر انتہائی درد اور عاجزی کے ساتھ ایک ایک بچے کی صحت،زندگی اور دین سے وابستہ رہنے کے لئے دعائیں کر رہی تھیں اور دعا میں اس قدر درد تھا کہ میں آج تک اس کیفیت کو بھول نہیں سکی۔امی جان کی یہ تڑپ تھی کہ میرے مولا میرے بچے بس تیرے اور صرف تیرے عاشق بندے بن جائیں۔ان کے وقف قبول فرما اور ان کو دین کی بھرپور خدمت کی توفیق عطا فرما۔آمین

امی کی یہ تڑپ صرف اپنے بچوں کے لئے ہی نہ تھی بلکہ ہر احمدی بچے کے لئے تھی۔ہماری ایک عزیزہ جن کے میاں جماعت سے کافی دور ہوچکے تھے اور وہ اس وجہ سے بے انتہا پریشان تھیں۔ان کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور وہ بچوں کو پوری طرح جماعت سے وابستہ رکھنا چاہتی تھیں۔چنانچہ ایک دفعہ جب انہوں نے اپنے حالات کا تذکرہ امی جان سے کیا تو امی جان نے بہت فراخدلی سے کہا،صادقہ !ہمارے گھر کے دروازے تمہارے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔جب تمہارا دل کرے اپنے بچوں کو لے کر ربوہ آجایا کرو اور یہاں انہیں پوری طرح مرکز کے ماحول سے روشناس کراؤ اور خلافت کا قرب دلاؤ تو خود بخود یہ دونوں بچے انشاءاللہ سچے احمدی بن جائیں گے۔ان کو بچوں کی تربیت اور اپنے لئے دعاؤں کے بہترین گر سکھاتیں اور جلسہ سالانہ سے ایک ماہ قبل ان کو خط لکھواتیں کہ جلسے پر بچوں کو لے کر ضرور آنا۔بستر وغیرہ تمہارا تیار ہے کسی قسم کی فکر نہ کرنا۔میں نے سارا انتظام کرلیا ہے،بس اپنا گھر سمجھ کر آجاؤ۔اس طرح وہ جلسہ اور ربوہ کے ایمان افروز ماحول میں اپنے بچوں کے ساتھ خوب لطف اندوز ہوتیں۔یہ انہی دنوں کی برکتیں ہیں کہ آج ان کا بیٹا کینیڈا میں جماعتی خدمات بجا لا رہا ہے اور بیٹی بھی اپنے بچوں کی اچھی تربیت کر رہی ہے اور وہ خود خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کے ساتھ ساتھ امی جان کے اس عمل کی بھی احسان مند ہیں۔

ہماری امی جان خود کسی سکول کی سند یافتہ تو نہ تھیں لیکن ہماری نانی جان اور بڑے ماموں جان جو ٹیچر تھے،انہوں نے ہماری امی کی اس بہترین رنگ میں تربیت کی تھی کہ لگتا تھا جیسے زمانے کا ہر علم اور ہنر اور سلیقہ میری امی جان کے پاس تھا۔حالانکہ کہا کرتی تھیں کہ میں پانچ بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی اور بے انتہا لاڈلی تھی لیکن وقت اور حالات نے ان کو صبر و رضا کا پیکر بنا دیا۔خدا پر کامل توکل تھا اور خلافت کے ساتھ بے انتہا عشق تھا اور یہ عشق اور توکل انہوں نے خون کے قطروں کی طرح ہماری رگوں میں ڈالا۔خدا تعالیٰ کے عشق میں ایسی مخمور تھیں کہ جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔اور ان کی یہ بھی خواہش ہوتی تھی کہ ہر احمدی بھی خدا تعالیٰ کے عشق میں مخمور ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو پہچانے اور خلافت کے ساتھ سچے پیار کا تعلق قائم رکھے۔اس ضمن میں میری ایک سہیلی جو کہ امی کی

بیٹی بنی ہوئی تھیں انہوں نے بتایا کہ خالہ جان کا علم اس قدر ٹھوس اور وسیع تھا کہ انہوں نے جہاں مجھے خدا تعالیٰ پر توکل کے ساتھ دعاؤں کا طریقہ سکھایا وہاں انہوں نے مجھے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مکمل تعارف بھی کروایا اوران کی محبت میرے دل میں بٹھائی۔انہوں نے نظام جماعت کے بارہ میں مجھے سب کچھ بتایا جس سے میں پہلے ناواقف تھی۔ان کی صحبت سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔کہا کرتی تھیں کہ بیٹا خدا تعالیٰ پر توکل کر کے دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔یہ میرا ایمان ہے۔چنانچہ آپ کو خدا کی ذات پر ایسا کامل توکل تھا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئی اوران کی زندگی میں مسائل اور مشکلات تو بے تحاشا ہی آئے اور ایسے ہر موقع پر آپ کسی سے دل کی بات کرنے کی بجائے ہمیشہ اپنے مولا کے حضور سجدہ ریز ہوئیں تو کبھی خدا نے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِاللّٰه کے الفاظ میں تسلی دی اور کبھی اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کے ساتھ دل کو تسکین دی۔یہ دونوں جواب میری بعض پریشانیوں کے لئے دعا کرنے کی صورت میں امی کو ملے اوراس طرح دعا کے بعد امی ہمیشہ ایسے ہوتیں کہ گویا ان کو کوئی پریشانی ہے ہی نہیں اور اگر میں پھر بھی پریشان ہوتی تو ناراضگی کا اظہار کرتیں کہ جب سے خدا تعالیٰ نے دعا کے بعد میرے دل کو ان الفاظ میں تسلی دے دی ہے تو میرے دل میں پریشانی کا ذرّہ بھی نہیں رہا۔پھر تم کیوں پریشان ہوتی ہو اور واقعتاً کچھ ہی دن گزرتے کہ خدا تعالیٰ میری پریشانیاں دور کر دیتا۔الحمدللہ۔

ایک دفعہ میرا بیٹا بہت بیمار ہوگیا۔ڈاکٹرز کے مطابق حالت تشویشناک تھی۔امی بھی ظاہر ہے بہت پریشان تھیں۔خلیفہ وقت کی دعائیں بھی اللہ کے فضل سے مل رہی تھیں۔امی مجھے کہتیں کہ میں دعا کرتی ہوں تو میرا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور پھر کہا بیٹا یاد رکھو کہ نہ بیماری میں موت ہے اور نہ صحت میں زندگی ہے۔یہ سب خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔خلیفہ وقت کی دعائیں اس بچے کے ساتھ ہیں۔انشاءاللہ یہ صحت مند ہو جائے گا اور تم انشاءاللہ اس کی خوشیاں دیکھوگی۔اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دعاؤں کی برکت سے خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر میرے بچے کو شفا عطا فرمائی۔الحمدللہ۔اسی طرح کے بہت سارے اور واقعات بھی ہیں جو میرے،بہن بھائیوں کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایسے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ تقریباً دو سال پہلے جب میری باجی کو بریسٹ کینسر کی تکلیف ہوگئی تو امی لندن میں تھیں اور باجی پاکستان میں تھیں۔باجی کی خواہش تھی کہ اس کنڈیشن میں جبکہ کیموتھیراپی ہو رہی تھی امی مجھے نہ دیکھیں۔امی بے حد پریشان تھیں اوران کو یہ شک تھا کہ شاید یہ سب مجھے صحیح صورتحال نہیں بتا رہے۔بہرحال امی جان نے اپنی دعاؤں پر زور دینا شروع کر دیا اور اپنے مولیٰ سے لولگائی اور گریہ وزاری کی انتہا کر دی تو خدا تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ خوشخبری دی۔امی نے دیکھا کہ چار ڈاکٹر ہیں جن میں سے ایک ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب دوسرے ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب اور تیسرے ڈاکٹر نصرت صاحبہ اور چوتھے کا نام یاد نہیں رہا۔یہ چاروں فردوس (میری باجی) کے پاس کھڑے ہیں اور کہتے ہیں ''مبارک ہو''۔دوسری خواب میں امی نے دو گٹھلیاں دیکھیں جو باجی فردوس نے انہیں پکڑائی ہیں اور امی نے بہت دور پھینک دی ہیں۔امی نے جب یہ دونوں خوابیں باجی کو سنائیں تو باجی نے حیران ہو کر بتایا کہ امی واقعی یہی تینوں ڈاکٹرز تھے اور چوتھی لاہور کی کینسر کی اسپیشلسٹ ڈاکٹر تھیں اور گٹھلیاں بھی دو ہی تھیں۔چونکہ امی نے خوابیں ایسی دیکھی تھیں جس میں مبارکباد کے واضح الفاظ تھے اس لئے امی کا دل مطمئن ہو گیا اور پھر بفضلہٖ تعالیٰ خلیفہ وقت اور امی کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے باجی کو شفا عطا فرمائی۔الحمدللہ

امی اپنی زندگی کا ایک بہت ہی ایمان افروز واقعہ اس طرح مجھے بتایا کرتی تھیں کہ تمہاری پیدائش سے پہلے ایک دفعہ میرے گردے میں پتھری ہوگئی اور تکلیف اس قدر بڑھی کہ پیشاب میں خون آنے لگ گیا اور میں سوکھ کر کانٹا ہو گئی۔اس پر تمہارے ابو جان مجھے جناح ہسپتال کراچی میں داخل کروا کر خود کسی ضروری کام سے واپس محمد آباد چلے گئے۔ہسپتال میں اکیلی رہ جانے کی وجہ سے میں بے انتہا پریشان تھی۔ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اس بیماری کا علاج صرف آپریشن ہے لیکن یہ مریضہ بہت کمزور ہے۔اس پر میں نے اپنے خدا کے حضور بہت گریہ وزاری کی اور اپنے مولا سے التجا کی کہ خدایا میرے بچے بہت چھوٹے ہیں تو ان کے لئے ہی مجھے صحت اور زندگی دے دے اور معجزانہ طور پر آپریشن سے مجھے بچالے۔دعا کرتے ہوئے آنکھ لگ گئی تو یہ شعر زبان پر جاری ہوگیا کہ

بارگاہ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

اُدھر تکلیف بے انتہا تھی اور اِدھر دعاؤں پر زور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بڑی واضح خواب دکھائی کہ دو ڈاکٹر ہیں اور آپس میں بحث کر رہے ہیں۔ایک کہتا

ہے آپریشن ہونا چاہیے اور دوسرا کہتا ہے نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ اگلے دن ایسے ہی ہوا کہ ڈاکٹر زراؤنڈ پر آئے۔ ایک انگریز تھا اور ایک پاکستانی۔ امی بتاتی تھیں کہ دونوں میرے بیڈ کے پاس کھڑے ہو کر کافی دیر انگلش میں باتیں کرتے رہے پھر جو پاکستانی ڈاکٹر تھا اس نے مجھے کہا بی بی یہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس مریضہ کا آپریشن ہونا چاہیے اور میں کہتا ہوں کہ یہ مریضہ بہت کمزور ہیں ان کا آپریشن کرنا ابھی مناسب نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا میرا کیا خیال ہو سکتا ہے۔ میں تو اپنے مولا سے بس اس کا فضل مانگ رہی ہوں۔ وہی مشکل کشا ہے۔ اس پر ڈاکٹر تو چلے گئے لیکن تھوڑی دیر بعد ہی مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی اور میں ٹائلٹ گئی تو ایک بڑی سی پتھری خود بخود نکل گئی۔ اگلے دن میں نے وہ ڈاکٹر کو دکھائی تو ڈاکٹر بہت خوش اور حیران ہوا اور اس نے کہا کہ یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا ہے اور پھر بفضل تعالیٰ ویسی تکلیف امی کو کبھی نہیں ہوئی۔ ہاں بعض دفعہ گردوں میں ورم کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ اس وقت جب امی جان ہسپتال میں تھیں اور سجدوں میں اپنے مولا کے حضور گریہ وزاری کرتی تھیں تو مریضوں نے اس کے نتیجہ میں آپ پر خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل دیکھے۔ ان میں سے اکثر لوگ اپنے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے امی سے دعا کی درخواستیں کرنے لگے تو امی نے انہیں بتایا کہ میں نے دعا تو کی تھی لیکن یہ شفا مجھے اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف میرے پیارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صدقے اور ان کی بیعت میں شامل ہونے کی برکت سے دی ہے۔ تم بھی ان کی بیعت میں آ جاؤ تو تمہارے اوپر بھی یہ فضل نازل ہونے لگیں گے۔

امی جان کی سب سے قابل تقلید نیکی یہ ہے کہ اپنی ایک بھتیجی اور ابو جان کی بھانجی کے تین بچوں سمیت بیوہ ہونے پر اپنے غیر شادی شدہ بیٹے کے ساتھ اسکی شادی کی اور پھر ان کے بچوں کو حقیقتاً دادی کا پیار دیا۔ ان کے سکولوں میں داخلوں سے لے کر نماز اور دعائیں سکھانے اور قرآن پڑھانے تک کے سب کام اپنے ذمہ لے لئے۔ یہ بات میری بھتیجیوں نے امی کی وفات پر خود ہم سب کو بتائی۔ میری امی جان نے صرف اور صرف ان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنی نندوں کے ساتھ اور ان کے بچوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا۔ وفات پر ہر کسی نے اپنے واقعات سنائے۔ میری آٹھ پھپھیاں تھیں۔ دونوں چھوٹی پھوپھو امی کی وفات پر کہہ رہی تھیں کہ آج ہماری ماں ہم سے جدا ہو گئی ہیں۔ انہوں نے ہمیں پیار دیا۔ نماز اور تہجد کی عادت ڈالی۔ گھر کا طریقہ سلیقہ سکھایا۔ میری امی نے اپنے بھائی کے بچوں کو بھی پالا اور میری پھوپھو جو میری ممانی بھی تھیں اور جوانی میں وفات پا گئی تھیں جبکہ ان کے بچے بہت چھوٹے تھے تو دو سال میری امی اپنے بچوں کو گھر میں چھوڑ کر ان کے پاس رہیں اور ان کے دو بڑے بچوں کی شادیاں کر کے چھوٹے بچوں کو ساتھ لے کر اپنے گھر واپس آئیں اور پھر ان کی شادیوں تک انہیں اپنے پاس ہی رکھا۔ میری ماموں زاد بہن نے مجھے بتایا کہ بچپن میں میرے پیٹ میں درد ہوا کرتا تھا تو پھوپھو مجھے اپنے ساتھ چپکا کر سوتی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات کو نیند میں مجھے اس کے درد کا پتہ ہی نہ چلے اور یہ ساری رات تکلیف میں گزار دے۔

میری بڑی باجی اور میری ماموں زاد بہن کی عمروں میں بہت کم فرق تھا لیکن امی ہمیشہ میری ماموں زاد بہن ہی کا ساتھ دیتیں اور کہا کرتیں کہ ان کی ماں نہیں ہے اور ان کے لئے تو میں خدا کے حضور جوابدہ ہوں۔ ابھی وہ بچے کچھ بڑے ہوئے تھے کہ میری دوسری پھوپھی بہت بیمار ہو گئیں۔ مجھے یاد ہے کہ وہ فیصل آباد کے کسی ہسپتال میں داخل تھیں اور امی پورا وقت ان کے ساتھ ہوتی تھیں اور رات بینچ پر سوتی تھیں اور جتنی دفعہ وہ ہائے کرتیں امی اٹھ کر بیٹھ جاتیں اور یہ وقت ایک دو دن نہیں بلکہ مہینوں پر محیط تھا۔ اور پھر ان کی وفات کے بعد امی نے ان کے بچوں کو بھی اپنے سینے سے لگا لیا۔ ان کی چھوٹی بیٹی امی کی زندگی میں بھی بتایا کرتی تھیں اور مجھے بھی یاد ہے کہ ایک دفعہ اس کو لقوہ ہو گیا تو امی سخت پریشان ہوئیں۔ ڈاکٹروں نے کچھ انجیکشن تجویز کئے جو چار چار گھنٹے بعد لگتے تھے۔ اس کے لئے امی اس کو لے کر آدھی رات کو اور پھر سحری کے وقت فضل عمر ہسپتال جاتیں اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اسے اس مرض سے شفا دی۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ خدا کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ میں پھوپھو کے اس احسان کو کبھی نہیں بھلا سکتی۔

اسی طرح ہمارے گھر میں امی کے سسرال اور میکے میں سے اکثر بچے پڑھنے کے لئے مستقل رہتے تھے کیونکہ اس وقت یہ عام رواج تھا کہ لوگ دوسرے شہروں اور دیہات سے بچوں کو ربوہ پڑھنے کے لئے بھیجا کرتے تھے تا کہ ربوہ کے مقدس ماحول میں بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی اچھی تربیت بھی ہو سکے۔ ان بچوں کی نگرانی میری امی اور بڑے بھائی جان کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی کوئی بدمزگی پیدا نہیں ہوئی۔ سب ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور امی سب کے ساتھ محبت اور پیار کا سلوک کرتی تھیں۔ جو بچہ

بھی گھر میں ہوتا امی کے سسرال سے ہو یا میکے سے، اس کے بیمار ہونے پر امی اس کے ساتھ ساری ساری رات جاگتیں اور تیمارداری کرتیں۔ انتہائی کم آمدنی میں میری امی اور میرے بڑے بھائی پتہ نہیں کیسے اخراجات پورے کر لیتے تھے۔ امی ہر سال رضائیوں کو ادھیڑ کر اس خوبصورتی سے ٹوٹوں سے غلاف بنالیا کرتیں کہ کوئی پہچان نہ سکتا تھا۔ کچھ نیا کپڑا لا کر مہمانوں کے لئے کچھ نئے بستر تیار کر لیتی تھیں۔ پرانی پینٹوں کے کپڑوں سے اس قدر خوبصورت بستے ہمیں بنا کر دیتیں کہ لگتا تھا بہت مہنگا بستہ خریدا گیا ہے۔

کپڑوں کے ٹوٹوں سے بڑے خوبصورت لباس تیار کرتیں کہ لگتا تھا کسی ڈیزائنر کے بنائے ہوئے ہیں اور لوگ ڈیزائن دیکھنے کے لئے لے جاتے۔ اکثر رشتہ دار اور دوسری عورتوں نے امی سے سلائی اور بنائی سیکھی۔ چارپائیاں تک خود بن لیتیں۔ کروشیا کا کام، آزار بند بنانے، بنائی، سلائی کونسا کام تھا جو امی کو نہ آتا تھا۔ سب کچھ خود کرتی تھیں۔ پھوپھو کی بیٹیاں ربوہ میں رہا کرتی تھیں ان کو عیدیاں دینا اور ان کے بچوں کی پیدائش پر اپنے گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ ان کے گھروں کے کام بھی سنبھال لیا کرتیں اور بعض کو ان کے بچوں کی پیدائش پر بچوں کے خوبصورت کپڑے بھی بنا کر دیتیں۔ میری پھوپھو کی بیٹیوں کی شادیوں پر کپڑوں کی سلائی کی ذمہ داری تقریباً امی پر ہی ہوتی تھی جو آپ احسن رنگ میں نبھاتیں اور خوش ہوتیں اور بدلہ میں کبھی کوئی خواہش نہ کی۔ ہماری دوسری والدہ کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کی تلقین کرتیں اور خود ان کی بیماریوں میں ان کی اسطرح تیمارداری کرتیں جیسی بہنوں کی بھی کوئی نہ کرسکتا ہوگا۔ خود بھی امی اکثر بیمار رہتی تھیں۔ گردے میں ورم ہو جاتی تھی۔ پتے میں پتھری بھی تھی جس کا پھر آپریشن بھی ہوا۔ اسی طرح جسم میں دردیں بہت ہوا کرتیں جس کے لئے اکثر رات کو مالش کرتی نظر آتیں اور بسا اوقات کاموں سے فراغت کے بعد ٹکور بھی کر رہی ہوتیں۔ اس کے باوجود بہوؤں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کرتیں کہ وہ کہتی ہیں امی نے واقعتاً ہمیں ماں کا پیار دیا۔ اور امی کی سہیلیاں اور بعض رشتہ دار کہتیں کہ آپا جان آپ اتنا نہ کیا کریں کہ پھر ہماری بہوئیں اعتراض کرتی ہیں۔ کبھی گندم صاف کرنے یا رضائیاں سینے کا کام بہوؤں کو نہ دیتیں بلکہ خود ہی کرتیں۔ ہم دونوں بہنوں کو کہتیں کہ اب وہ بھی میری بیٹیاں ہیں۔ ان کے بچوں کو پالنے میں ان کا پورا پورا ساتھ دیتیں۔ میری ایک بھابھی جرمنی میں لینگویج سکول جاتی تھی۔ شاید آٹھ یا نو ماہ کا کورس تھا۔ امی نے اس کے آنے پر اس کے کہے بغیر ہی کہہ دینا کہ تم تھکی ہوئی ہوگی۔ کھانا میں نے بنا دیا ہے پہلے کھانا کھالو پھر آرام کرنا اور اس کے بعد جو دل ہو کرنا۔ یہ ایک دن کی بات نہ تھی بلکہ روزانہ کا معمول تھا۔ میرے بڑے بھائی کی بیگم میری پھوپھو کی بیٹی ہیں۔ لمبا عرصہ ہمیں ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ دس سال کا عرصہ بھائی جان ترکی میں بغرض تعلیم مقیم رہے اور وہ ہمارے ساتھ رہیں۔ امی نے ہم سے بڑھ کر ان کو پیار دیا۔ ان کو ان کی اہمیت کا احساس دلانے کے لئے ہر کام ان کے ساتھ مشورے سے کرتیں۔ ساس بہو میں ہمیشہ بڑے پیار کا ایسا تعلق رہا کہ محلے میں اکثر لوگوں کو یہ پتہ ہی نہ لگتا تھا کہ یہ ساس بہو ہیں یا ماں بیٹی ہیں۔

بہوؤں سے حسن سلوک کی میں یہاں صرف دو مثالیں بیان کرتی ہوں۔ ایک دفعہ میری بڑی بھابھی کے سر میں شدید درد تھی اور رات کا وقت تھا۔ امی نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر دبانا شروع کیا یہاں تک کہ بھابھی سو گئیں لیکن امی اسی طرح بیٹھی رہیں۔ حتیٰ کہ رات دو تین بجے بھابھی کی اچانک آنکھ کھلی تو انہوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ امی آپ ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟ تو امی نے بتایا کہ بیٹا تم سوگئی تھی تو میں اسلئے بیٹھی رہی کہ میرے ہلنے سے کہیں تمہاری آنکھ نہ کھل جائے۔ دوسرا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ میری چھوٹی بھابھی کے ہاں جب بیٹی پیدا ہوئی تو امی ان کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی رہیں۔ امی جان نے اس وقت میری یہ ڈیوٹی لگائی کہ تم پانی ڈالو۔ اب میرا دل کرے کہ اس طرح کے کپڑے کاش امی پھینک دیں یا کسی سے دھلوالیں۔ میں بہت منہ بنا رہی تھی لیکن امی بضد تھیں کہ نہیں میری بچی کے کپڑے ہیں یہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے دھونے ہیں۔ چاروناچار مجھے پانی ڈالنا ہی پڑا اور امی نے وہ کپڑے دھو کر چھوڑے۔ میری پیاری امی کے اپنی بہوؤں کے ساتھ حسن سلوک کے ایسے ان گنت واقعات ہیں کہ

سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کے لئے

امی کو اگر کسی سے کچھ دکھ ملے جو کہ اکثر ان کی زندگی کا حصہ تھے تو آپ نے کبھی بھی کسی سے شکوہ نہیں کیا بلکہ خدا کے حضور جھکتیں، خدا کے حضور گڑگڑاتیں اور خدا سے مدد مانگتیں اور ہمیں بھی یہی تلقین کرتیں۔ 2002ء میں میرے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب ترکی میں اسیر راہ مولیٰ بنے تو ہم پریشانی میں امی کو فون کرتے۔ کیونکہ سب بہن بھائیوں کو بڑے بھائی جان سے بہت پیار ہے اور امی جان ان کے بارے میں کہا کرتی تھیں کہ شمس میں سے مجھے اپنی امی کی خوشبو آتی ہے۔ اپنے اس بچے کی اسیری پر بھی امی نہیں گھبرائیں بلکہ بڑے سکون

سے کہتیں کہ میں تو بالکل پریشان نہیں ہوں کیونکہ میرا بچہ خلیفہ وقت کے حکم پر دین کی خدمت کے لئے گیا ہے اور یہ میرے لئے بڑی سعادت ہے۔انشاء اللہ میرا بیٹا وہاں سے کندن بن کر نکلے گا۔حالانکہ امی کے چار بچے بچپن میں وفات پا چکے تھے جن میں سے ایک ساڑھے چار سال اور ایک دس ماہ کا تھا اور امی آج بھی ان کی باتیں بتایا کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود امی نے اس موقعہ پر کسی تکلیف یا دکھ کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ یہ کہا کرتی تھیں کہ خدایا میرے بچوں کو دین کی خدمت کرنے والی لمبی زندگی دینا اور اگر انہوں نے نیک بننا ہے تو انہیں زندگیاں دینا۔

امی کی اس تڑپ اور دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا کہ ان کی آدھی اولاد تو خدا کے فضل سے واقف زندگی ہے اور باقی ساری اولاد بھی کسی نہ کسی رنگ میں دین کی خدمت میں مصروف ہے۔واقفین زندگی میں سے ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب لندن میں ٹرکش ڈیسک میں کام کر رہے ہیں اور دوسرے بیٹے منیر احمد جاوید، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں اور ایک داماد مکرم حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد ہیں۔آپ کے دوسرے داماد میرے میاں مکرم منصور احمد چیمہ صاحب بھی مختلف جماعتی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔الحمدللہ

خود امی جان چندوں کی ادائیگی بہت زیادہ فکر سے کرتیں۔نماز پنجوقتہ التزام سے ادا کرتیں۔آخر وقت تک نماز تہجد ادا کرتی رہیں۔ناشتہ ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت کے بعد کرتیں اور رمضان میں دو سے تین دفعہ قرآن کریم کا دور مکمل کرتیں۔امی جان کی یہ بڑی خوبی تھی کہ ہمارے بچوں کے ساتھ ایسا دوستانہ تعلق تھا کہ ہر بچہ امی کے ساتھ تقریباً اپنی ہر بات شیئر کرتا۔میں اکثر بیمار رہتی تھی اور میرے کافی زیادہ آپریشن بھی ہوئے۔اسلئے امی میری وجہ سے کافی پریشان رہا کرتی تھیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کا اکثر وقت میری شادی کے بعد بھی میرے ساتھ ہی گزرا اور کچھ جماعتی کاموں کے کرنے کی وجہ سے بچوں کے معاملے میں بھی مجھے امی کی مدد کی ضرورت پڑتی بھی تو میرے جماعتی کاموں کی وجہ سے امی یہ ذمہ داری خوشی خوشی سنبھال لیتیں۔اسلئے میرے بچوں کی تربیت میں تو بہت زیادہ حصہ میری امی کا ہے۔اگر کبھی بچہ کوئی بات نہ مان رہا ہوتا تو امی علیحدگی میں اس طرح سے کچھ وقت اس بچے کے ساتھ گزارتیں کہ کچھ ہی لمحوں میں نہ صرف وہ بچہ بدل چکا ہوتا بلکہ اپنی غلطی پر شرمندہ بھی ہوتا تھا۔سب بچوں میں جماعتی کاموں کا شوق پیدا کرتیں۔نماز کی پابندی کی عادت اتنے احسن انداز میں ڈالتیں کہ بچہ نمازوں کا عادی ہو جاتا۔قرآن کریم کی روزانہ تلاوت پر زور دیتیں۔امی جان کو اپنے بھائیوں اور ان کے بچوں کے ساتھ عشق کی حد تک محبت تھی اور وفات پر مجھے ان کے بکثرت فونوں سے محسوس ہوا کہ امی کے بھتیجے بھتیجیوں کو بھی امی سے بہت محبت تھی۔

جلسہ سالانہ کے مہمانوں کا بہت خندہ پیشانی سے استقبال کرتیں۔اکثر بہت بیمار رہتی تھیں اور معدہ میں السر کی بھی تکلیف ہو گئی تھی۔پھر انتہائی مالی تنگی کا زمانہ بھی تھا لیکن پھر بھی ایک مہینہ پہلے ہی جلسہ کے مہمانوں کی تیاریاں شروع کر دیتیں۔جب مہمانوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی تو صحن میں چھولداری پہلے سے ہی منظور کروا کر لگواتیں اور ہمیشہ دوسروں کو آرام سے سلا کر خود جوتیاں ہٹا کر بچا کھچا بستر بچھا کر سو جاتیں اور صبح سب سے پہلے اٹھ کر وضو کے لئے پانی گرم کرتیں اور پھر نماز سے فارغ ہو کر پانی بھرنا شروع کر دیتیں جو کہ دن میں دو ٹائم ربوہ میں آیا کرتا تھا اور وقت مقرر تھا اور امی اس پانی کو کبھی ضائع نہیں ہونے دیتی تھیں۔اس دوران بڑی بھابھی چائے کا انتظام کرتیں اور پھر دونوں ساس بہو مہمانوں کو ناشتہ پیش کرتیں۔مہمانوں کی مہمان نوازی میں بڑی بھابھی اور بڑی باجی امی کی معاون ہوتیں۔وفات پر بہت سے عزیزوں اور غیروں نے بھی جلسہ سالانہ ربوہ پر امی کی اس حد سے زیادہ مہمان نوازی کے قصے سنائے جن کا آج بھی ان کے دلوں پر گہرا اثر تھا اور شاید اسی لئے وہ جولائی کی شدید گرمی میں بھی امی کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے پاکستان کے طول وعرض سے ربوہ تشریف لائے اور جو نہ آسکے انہوں نے فون کے ذریعہ امی کے لئے ایسے ہی جذبات کا اظہار کیا۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

ایک دفعہ ربوہ میں روٹیاں پکانے والوں نے شاید جلسہ سالانہ کے موقع پر روٹیاں پکانے سے انکار کر دیا تو حضور کا حکم آیا کہ لجنہ اپنے گھروں میں روٹیاں پکائیں۔امی نے اپنے مہمانوں کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ بغیر کسی کی مدد کے اکیلے روٹیاں پکا کر مرکز میں بھجوائیں۔ایک دفعہ مرکز سے محلوں میں صدریاں سی کر دینے کا حکم آیا تو امی جان نے وہ بھی سی کر دیں اور اس خدمت پر بہت خوش تھیں۔ہماری امی کو دنیا کے عیش وآرام سے کوئی مطلب ہی نہ تھا۔امی جان نے ایک دفعہ کچھ زیور بنوایا لیکن جب حضورؒ نے مریم شادی فنڈ کی تحریک فرمائی تو اپنی ساری چوڑیاں اتار کر اس میں پیش کر دیں۔وفات سے پہلے بھی بیٹوں کو نصیحت کی کہ فلاں فلاں جگہ میرے پیسے پڑے ہیں وہ سیدنا بلالؓ فنڈ میں پیش کر دینا۔امی کی وفات سے ڈیڑھ ماہ پہلے جب لاہور کے شہداء کا واقعہ پیش آیا تو امی کو اس کا بے انتہا صدمہ تھا۔ان دنوں امی منیر بھائی کے گھر سے کہیں

اِدھر اُدھر نہ ہوتیں اور روزرات کو ان کے دفتر سے گھر واپس آنے کا صرف اسلئے انتظار کرتیں کہ ان سے شہداء کے لواحقین کے ایمان افروز واقعات سننے کی آپ کو تڑپ ہوتی تھی اور پھر اسی تڑپ سے ان کے لئے دعائیں بھی کرتیں۔حضور اقدس کی خدمت میں بھائی جان سے تعزیت کا خط بھی لکھوایا اور اپنے ہاتھ سے سیدنا بلال فنڈ میں 100 پونڈ بھی پیارے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ بھابھی کی بھی تعریف کرتیں کہ میری بڑی خدمت کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو جزاء دے،آمین۔

غرض امی جان محبتوں کا ایک سمندر تھیں جس سے غیر بھی مستفیض ہوئے۔امی کی وفات پر ایک جرمن عورت جو میرے چھوٹے بھائی کی ماما بنی ہوئی ہیں۔انہوں نے امی کے ہر بچے سے روتے ہوئے افسوس کیا۔ان کے الفاظ یہ تھے کہ آپ کی ماں ایک نگینہ تھیں۔آپ کے خاندان کا ہیرا چلا گیا۔انہوں نے بتایا کہ میں اور آپ کی امی الگ مذہب، کلچر اور زبان ہونے کے باوجود ایک تھیں۔وہ میری گہری سہیلی تھیں۔ہم ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی بات کو اچھی طرح سمجھتی تھیں اور ایک دوسرے سے مل کر بے حد خوشی محسوس کرتی تھیں۔امی کے بارہ میں جہاں اس جرمن عورت کا یہ خیال تھا وہاں میرے بڑے بھائی کے بچپن کے ایک دوست جو خود بھی اب بڑھاپے کی دہلیز پر ہیں اور انہوں نے امی جان کی زندگی کو قریب سے دیکھا ہوا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ خالہ جان کی زندگی تو ان آیات کی مصداق تھی کہ مَــا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَــا قَـلٰـی۔وَلَلْاٰ خِـرَۃُ خَیـر" لَکَ مِنَ الْاُو لٰی۔وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْ ضٰی۔ کہ نہ تو تیرے ربّ نے کبھی تجھے ترک کیا ہے اور نہ ہی کبھی اکیلے چھوڑا ہے۔دیکھ تو سہی کہ تیرے پیچھے آنے والی ہر گھڑی پہلے سے بہتر ہے اور ضرور تیرا ربّ تجھے وہ کچھ دے گا جس پر تو خوش ہو جائے گا۔(سورۃ الضحیٰ)اور یہی ہمارا مشاہدہ بھی ہے اور ہم نے ہمیشہ ان آیات کے مطابق ہی خدا کا اپنی ماں سے ان کی زندگی میں سلوک دیکھا اور آگے بھی اپنے پیارے مولا سے ہمیں یہی امید ہے کہ وہ ہمارا پیارا خدا امی جان سے یقیناً اس زندگی سے کہیں بڑھ کر اپنے دائمی پیار کا وہ سلوک کرے گا جس میں امی کی خوشیوں کے بڑے سامان ہونگے۔انشاء اللہ۔

زندگی کے آخری 25 سال امی جان اور ابو جان نے اکٹھے گزارے۔ اس عرصہ میں آخر تک امی نے ابو جان کی بھر پور خدمت کی۔زندگی کے پہلے ادوار میں بھی جب ابو جان ربوہ آتے یا ہم سندھ جاتے تو امی ابو جان کی خدمت کا بھر پور حق ادا کرتیں۔جب تک صحت رہی ابو جان کے کپڑے تک خود سیتی تھیں اور ابو جان کو بھی کسی اور کی سلائی پسند نہ تھی۔امی جان نے بیماری میں بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ میرے واقفین زندگی بچے میرے پاس آئیں۔لگن تھی تو بس یہی کہ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کو دین کی خدمت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ میرے آقا ان سے خوش ہوں اور میرے ساتھ بس میرے آقا کی دعائیں رہیں۔جب بھی منیر بھائی جان کو حضور اقدس کے ساتھ دیکھتیں تو بے انتہا خوش ہوتیں اور بار بار شکر کے کلمات ادا کرتیں کہ یہ محض خدا کا فضل ہے ورنہ میں تو ایک مجبور، لاچار اور بے بس عورت تھی۔میرے مولا نے میری سن لی۔اپنے بچوں کو دین کی خدمت کرتے دیکھ کر لگتا تھا جیسے انہیں ان کی منزل مل گئی ہے۔

امی کی دعاؤں کی برکت سے خاکسار کو بھی فرنکفرٹ کے ایک حلقہ کی صدر اور پھر نیشنل سیکرٹری تعلیم کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی اور جب خاکسار اجتماعات میں تعلیمی پروگرام کروا رہی ہوتی تو امی بے انتہا خوش ہوتیں۔مجھے یاد ہے دو دفعہ جلسہ سالانہ جرمنی میں خاکسار کو تقریر کرنے کا موقع ملا تو میری امی اس پر اتنی خوش تھیں کہ گویا امی کے ارمان پورے ہو گئے ہیں اور جو چاہا تھا پا لیا ہے۔ایک دفعہ نیشنل اجتماع جرمنی کے موقع پر میری پیاری امی جان کو انعامات تقسیم کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔اس وقت جب ہمیں اپنی ماں کی محنتوں کا ثمر اس رنگ میں ملا تو جہاں ہمارے دل خدا کی حمد و شکر سے بھر گئے وہاں ہماری پیاری امی جان بھی ان الفاظ میں اپنے مولا کا شکر ادا کرتی رہیں کہ واہ میرے مالک! کہاں ایک بے بس اور مجبور عورت اور کہاں تیرا اتنا فضل اور عزت افزائی۔ الحمدللہ۔ الحمد للہ۔غرض ان کی دعائیں ہمارے لئے اور ہماری اولاد کے لئے ہمیشہ دین سے وابستہ رہنے کے لئے ہی ہوتی تھیں۔دنیاوی مال بس اتنا مانگتیں جو ضرورتوں کے لئے کافی ہوتا۔

آخری بیماری میں بھی جو کہ دو ہفتوں پر محیط تھی انہوں نے یہ خواہش بالکل نہیں کی کہ میرا بیٹا منیر احمد جاوید چھٹی لے کر آجائے۔کبھی بھی ان کے کام میں اپنی بیماری یا اداسی کو حائل نہ ہونے دیتیں بلکہ وہ صحیح معنوں میں عہد بیعت اور لجنہ کے عہد کو نبھانے والی ایک ماں تھیں اور دعاؤں کے ذریعہ دین کی خاموش خدمت کرنے والی ایک خادمہ تھیں۔اب کچھ عرصہ سے امی جان لندن سے باہر کہیں جانے کو رضامند نہ ہوتی تھیں اور اس کی وجہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ان کو علم ہو چکا تھا کہ اب میری زندگی زیادہ نہیں رہی اور اس کا انہوں نے مجھ سے اظہار بھی کیا۔اس لئے وہ چاہتی تھیں کہ اب یہیں لندن میں رہوں تا کہ حضور میری نماز

جنازہ پڑھائیں۔پچھلے سال امی جان نے میری باجی کے ساتھ جب حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا تو ملاقات میں حضور سے امی نے یہ کہہ بھی دیا کہ حضور بس میری ایک خواہش ہے کہ میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔اس وقت تو حضور نے فرمایا کہ اللہ فضل کرے لیکن بالآخر وہ وقت بھی آ ہی گیا جس کا آنا ہر انسان کے لئے مقدر ہے۔اِنَّـا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔اس وقت باوجود اس کے کہ امی لندن میں نہیں تھیں بلکہ جرمنی میں تھیں اور وہیں مختصر سی علالت کے بعد وفات پا گئیں تو حضور نے کمال شفقت فرماتے ہوئے نماز جمعہ کے ساتھ امی کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور بڑے ہی پیارے انداز میں اور بڑے ہی پیارے الفاظ میں امی کا ذکر خیر فرمایا اور پھر بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ان کی تدفین کی اجازت عطا فرما کر تو اور بھی بڑا احسان ہم پر فرمایا کہ جس سے ہمارے ابا اور ہم سب بہن بھائیوں کو خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑا صبر اور سکون ملا۔اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو اس کی بڑی جزاء دے اور ہمیشہ صحت و سلامتی والی لمبی فعال عمر عطا فرمائے۔آمین

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے امی کی زندگی میں اور وفات پر جس طرح بے مثال شفقت فرمائی اس کے بارہ میں سوچتے ہوئے ایک دن مجھے ماضی کی کچھ ایسی باتیں بھی یاد آ گئیں کہ جن سے میرا دل خدا تعالیٰ کی حمد وثناء سے لبریز ہو گیا اور وہ یہ تھیں کہ میری ماں کو اللہ کے فضل سے پہلے خلفاء کی شفقتوں سے بھی بھرپور حصہ ملتا رہا ہے جو یقیناً امی جان کی ان بے لوث قربانیوں اور بے قرار دعاؤں کا ہی ثمر تھا جن میں ہماری امی کی ساری زندگی گزری۔تحدیث نعمت کے طور پر صرف چند ایک واقعات کا تذکرہ کر دیتی ہوں۔ہمارے بچپن میں ایک دفعہ امی جان کی طبیعت کافی خراب تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو پیغام بھیجا کہ جلال شمس کی والدہ کا مکمل چیک اپ کروائیں اور ان کی دوائیوں کا خیال رکھیں اور پھر فزیوتھراپسٹ کو روزانہ گھر بھجوانے کا بھی انتظام فرمایا۔اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے بھی جب بھائی جان جلال شمس صاحب کی فیملی کو 1985ء میں لندن بلانے کی ہدایت فرمائی تو یہ ارشاد بھی فرمایا کہ ان کی والدہ کو بھی ساتھ ہی بھجوا دیں۔میرا خیال ہے کہ یہ عنایت اور لطف و احسان تو شاید ہی کسی واقف زندگی کی والدہ کو نصیب ہوا ہو گا۔اس طرح سے میرے مولا نے امی جان کے دل کی خواہش کو بغیر کسی درخواست کے خود ہی پورا فرما دیا اور انہیں اپنے بچوں کے پاس آنے کا موقع مہیا فرما کر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان پیدا فرمائے جن کی جدائی وہ کئی سالوں سے صبر سے برداشت کر رہی تھیں۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

اسے اتفاق کہیں یا خدا تعالیٰ کی مصلحت کہ امی کی وفات سے پہلے خاکسار کو زندگی میں پہلی دفعہ سورۃ یٰسین کی بڑی کثرت سے تلاوت کی توفیق ملی اور پھر میرے بھائی منیر جاوید اور میری باجی نے بتایا کہ امی کی وفات سے چند ہفتوں پہلے سے نمازوں کے دوران یَاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ۔ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ۔وَادْخُلِی جَنَّتِیْ۔(یعنی اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا۔راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ سورۃ الفجر آیات 28-31) کے الفاظ خود بخود ہماری زبانوں پر جاری ہو جاتے تھے اور وجہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔لیکن چند ہفتوں بعد جب امی کی وفات ہوئی تو یہ حقیقت کھلی کہ خدا تعالیٰ نفس مطمئنہ رکھنے والی اپنی راضیۃً مرضیۃً بندی کی جدائی کے لئے ہمیں تیار کر رہا تھا۔

پورے پاکستان سے کثیر تعداد میں احباب وخواتین نے تشریف لا کر امی جان کے جنازے میں شرکت کی اور امی کے خلوص اور محبتوں اور قربانیوں کا جس طرح بڑے احسن رنگ میں اور پیارے طریقوں سے تذکرہ کیا اس سے ہمیں اپنی امی کی زندگی پر رشک آتا ہے۔غرض میری جان، میری پیاری امی جان ہماری اس دنیا کی جنت کا ایک پھول تھیں۔وہ حقیقتاً ایک ہیرا تھیں۔ہمارے لئے دعاؤں کا ایک خزانہ تھیں۔اللہ تعالیٰ میری پیاری امی جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ہمیشہ امی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی دعاؤں کا وارث بنائے آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

میں قارئین سے اپنی والدہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہوئے یہ بھی عرض کرنا چاہتی ہوں کہ وہ میرے ابو جان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں جو کہ ابھی تک گہرے غم کی حالت میں ہیں۔ساٹھ سال تک ان کا اور امی کا ساتھ رہا۔وہ ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمخوار تھے۔اللہ اپنے فضل سے ابو جان کو صحت وعافیت والی فعال زندگی عطا فرمائے۔آمین۔ثم آمین۔

☆......☆......☆......☆

کہکشانِ صدق

دُرِّ ثمین ملک

اے کہکشانِ صدق کے درخشندہ ستارو!
تمہیں بہنوں کی دعائیں سلام کہتی ہیں
اے صبر وایثار کے تابندہ چراغو!
تمہیں احمدؑ کی رضائیں سلام کہتی ہیں
پھیلانے آئے تھے ہرسُو تم اپنے نُور کو
شفق کی سرخ فضائیں سلام کہتی ہیں
ذکرِ ربّ کو چلے آئے تھے اپنی مسجد میں
جبینِ سجدہ بنی تحفۂ جاں آقا کے حضور
ظلم سہہ کے بھی ایماں کو نہ چھوڑا تم نے
سر بکف ہو کے کلمہ کو سنایا تم نے
مثال قائم کی اوراقِ تاریخ میں یوں
دینِ محمدؐ کی رفعتیں سلام کہتی ہیں
کیا اسلام کے پیغام کو پھر سے زندہ
نعرۂ تکبیر کی صدائیں سلام کہتی ہیں
دورِ ابراہیمؑ کو اِس دَور میں یوں زندہ کیا
خلیل اللہ سے ملی تقویٰ ومیراثِ خلیل
پھیلایا نعرۂ حق کا پیغامِ جاودانی
حضرتِ بلال کی اذانیں سلام کہتی ہیں
عجز وصبر سے مقابلہ تیغ وشمشیر سے کیا
غلامِ احمدؑ کی نصائح سلام کہتی ہیں
سمجھ سکا نہ زمانہ یہ عظیم قربانی
علیؓ وحسینؓ کی یادیں سلام کہتی ہیں
اے شہرِ لاہور کے درخشندہ جاں نثارو
اشکبار ماؤں کی آہیں سلام کہتی ہیں
فخر کریں گے مومنین اس ذوقِ ایماں پر
دُرِّ ثمین کی نوائیں سلام کہتی ہیں

وہ اپنی ذات میں اک بے کراں سمندر تھا

افضل مرزا

وہ ایک شخص جو تازہ ہواؤں جیسا تھا
مہک رہا تھا معطر فضاؤں جیسا تھا
ہزاروں درد سے بے چین غم زدوں کے لئے
حصار امن ، محبت سراؤں جیسا تھا
وہ ایسے شہر میں اترا تھا آگہی لے کر
ہر ایک سنگ جہاں کا خداؤں جیسا تھا
جو لمحہ لمحہ مرے جا رہے تھے انکے لئے
وہ آسمان سے اُتری شفاؤں جیسا تھا
زمیں کی کوکھ سے چنگاریاں نکلتی تھیں
وہ ماہتاب تھا جو ٹھنڈی چھاؤں جیسا تھا
اسی کے اشک سے روشن سبھی چراغ ہوئے
وہ خود غریب تھا لیکن عطاؤں جیسا تھا
مرے نصیب مجھے بھی عطا ہوا اُس سے
وہ ایک لمحہ جو سچی دعاؤں جیسا تھا
وہ اپنی ذات میں اک بے کراں سمندر تھا
خلوص و مہر و محبت میں ماؤں جیسا تھا